اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق
قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر دارالعلوم — ۴ | فون نمبر رہائش — ۲

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد ۱۸ | جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ
شمارہ ۶ | مارچ ۱۹۸۳ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک پاکستان میں سالانہ ۳۰ روپے ...... فی پرچہ ۳ روپے
بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ...... ہوائی ڈاک 5 پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز ——— وَاِذَا البِحَارُ سُجِّرَت ———

چرخِ نیلگوں کی ہر گردش اور صبح و شام کی ہر کروٹ اپنے ساتھ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابدی صداقتوں پر ایک نئی شہادت لیکر آتی ہے۔ اور عصر حاضر کی ہر تحقیق و ایجاد کائنات کے ایک حی و قیوم رب کی آفاقی و انفسی دلائل میں اضافہ کرجاتی ہے۔ کمی ہے تو دلِ بینا اور چشمِ وا کی، کاش! دنیا دلوں سے غفلت و مادیت کے تالے کھول کر ان حقائق کو دیکھ سکتی۔

اس ماہ خلیج عرب یا خلیج فارس کی تند و تیز موجوں اور عمیق گہرائیوں میں ایرانی کنوؤں سے رسنے والا تیل دنیا بھر کے اضطراب و تشویش کا ذریعہ بنا اور تادم تحریر اسکی ہلاکت آفرینیوں کے اندیشوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ انسان کی اپنی ہی چیرہ دستیوں سے قرآن نے بَرّ کے ساتھ بحر میں بھی جس فساد اور بربادی کی خبر چودہ سو برس پہلے دی تھی کیا اس کا اتنا واضح ظہور اس سے بڑھ کر کبھی ہوا تھا؟ ظھر الفساد فی البرّ والبحر بما کسبت ایدی الناس۔

—— ہزاروں بیرل تیل زمین کی گہرائیوں سے ابل ابل کر سمندر کے ہزاروں میل رقبہ کو اپنی لپیٹ میں لیتا جارہا ہے۔ سمندر کی تمام آبی مخلوق کی ہلاکت کا غالب امکان ہے۔ خلیج کے اردگرد بسنے والے شہر اور آبادیاں خطرات میں گھر گئی ہیں، تیل کی آمیزش سے پانی صاف کرنے والے کارخانے بند کئے جارہے ہیں اور خطرہ ہے کہ بحر ذخار کے ساحلوں پر بسنے والے انسان پانی کے ایک ایک گھونٹ کے لئے ترس اٹھیں۔ یہ ہنستے بستے شہر پل بھر میں اُجڑ جائیں اور انسان ان علاقوں سے بھاگ کھڑے ہوں۔ یہ سب باتیں امکان کے درجہ میں سامنے آچکی ہیں۔ خطرات کا یہ طوفان صرف خلیجی علاقوں پر نہیں منڈلا رہا بلکہ پاکستان اور بھارت بھی خطرے کا بگل بجا رہے ہیں۔ سعودی عرب اپنی بندرگاہ جدّہ کے قرب و جوار میں سمندر پر آگ کے اس دھبّوں کا سگنل دے چکا ہے۔ رسنے والے کنوؤں کے جو مناظر دیکھے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آگ اور دھوئیں کا ایک عظیم آتش فشاں پھٹ پھٹ کر سمندر پر چھایا جارہا ہے۔

اب آیئے اس واقعہ کو قرآن کریم اور ارشاداتِ رسول کی روشنی میں دیکھیں۔ خدائے حی و قیوم نے اپنی ابدی کتابِ صداقت و ہدایت میں قبل از قیامت وقوع پذیر ہونے والے عظیم حوادث کے ضمن میں یہ بھی کہا تھا کہ

واذالبحار سُجّرت۔ (الآیۃ) کہ جب سمندروں کا پانی دھواں اور آگ بن جائے اور یہ بھڑک اٹھیں گے۔ پھر بالآخر
کیا ہوگا۔ علمت نفسٌ ما احضرت ۔ ہر شخص اپنے ساتھ لانے والے خیر و شر کے سرمایہ کو پہچان لے گا۔
اللہ اکبر ، آگ اور پانی ؟ سمندر اور اس کا بھڑک اٹھنا ؟ حیرت و استعجاب کے ساتھ کچھ غافل
انسان صدیوں سے ان سوالات کی ہنسی اڑاتے رہے مگر تیل جو آگ ہی کا دوسرا نام ہے۔ کیا کوئی سوچ سکتا تھا کہ
سمندروں کی سرکش موج کبھی اسکی زد میں بھی آسکے گی۔ مگر اس صدی میں آگ اور پانی کا یہ "اجتماع ضدین" ناممکن سے
ممکن بن کر رہا اور عصرِ حاضر کی تحقیق اور انکشاف نے ثابت کر دیا کہ سمندر کی ان عمیق گہرائیوں کے نیچے سیّال آگ
کے لاوے تیل کی شکل میں ابل ابل کر باہر آنا چاہتے ہیں۔ خلیج عرب کے گرد اگرد تیل کی ریفائنریوں اور بھڑکنے والے
کنوؤں کا جال بچھتا چلا گیا۔

صرف قرآن نے نہیں ، ناموسِ فطرت کے آخری منّاد اور حقائقِ غیب کے آخری محرم اسرار مخبر صادق علیہ السلام
نے مستقبل کے ان اسرار سے طرح طرح سے پردہ اٹھاتے ہوئے ایسی خبریں دیں کہ ہر ایک کفلق الصبح ظاہر ہوتی
چلی جا رہی ہے۔ علامات قیامت کے سلسلہ میں فرمایا : لا تقوم الساعۃ حتی ترواعشرآیات (الی قولہٖ)
ونارٌ تخرج من قعرِ عدن تسوق الناس ۔ پھر ایک آگ قعرِ عدن (عدن کی گہرائیوں) سے نکلے گی جو لوگوں
کو ہانکتی ہوئی لے جائے گی (مسلم و ابو داؤد) وہ انسانوں کے اس آخری گروہ (آخر الامم) کے آخری نبی تھے — تو اجمال سے
نہیں تفصیل سے حقائق غیب کی جابجا پردہ کشائی فرمائی — اسی طرح حضورؐ نے ارضِ عرب میں ظاہر ہونے والی
ایک عظیم آگ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتی تخرج
نارٌ من الحجاز تضیئ اعناق الابل ببصریٰ (بخاری و مسلم) فتح الباری میں حضرت عمرؓ کی روایت سے مزید
تفصیل ملتی ہے : عن عمر بن الخطاب (یرفعہ) قال لا تقوم الساعۃ حتّی یسیل وادٍ من اودیۃ الحجاز
بالنار یضئ لہٗ اعناق الابل ببصریٰ — دونوں روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت آنے سے قبل حجاز
کی وادیوں میں سے ایک وادی سے ایک ایسی آگ بہ نکلے گی کہ رات کو دور دراز کی بستیوں اور شہروں میں اونٹوں
کی گردن روشن ہو جائیں گی — پس جسطرح محدثین اور مورخین نے ان پیشگوئیوں کا مصداق ساتویں صدی ہجری
وغیرہ میں جزیرۃ العرب میں ظاہر ہونے والے آتش زنی کے عظیم واقعات کو قرار دیا ہے۔ اسی طرح اللہ کے علم
میں ہے کہ اس آگ کا کامل ترین ظہور کن کن شکلوں میں ہوگا۔ ؟ تیل کے ان کنوؤں سے بھڑکنے والی آگ اور اس
کے شعلے رات کو اپنے اردگرد کتنے وسیع علاقے روشن رکھے ہوئے ہیں — اور آگ نہیں تو آگ کا سرچشمہ تیل
سمندروں سے کس طرح بغلگیر ہوتا جا رہا ہے۔

الغرض عہدِ جدید کے یہ نت نئے انکشافات، ترقیات اور ان کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والے ہلاکت آفرین واقعات بانگِ دہل قرآن اور صاحبِ قرآن کی ابدی صداقتوں کا اعلان کرتے جا رہے ہیں۔ اگر خلا نوردوں کو چاند پر اور خلاؤں میں اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں سنائی دے رہی ہیں اور چاند اور ستارے ان کی عظمتوں کے گیت گونج رہے ہیں تو بسیطِ ارضی کے یہ گہرے سمندر بھی اسکی عظمت و کبریائی اور مخبرِ صادق کے صداقتوں کی گواہی دیتے جا رہے ہیں کہ اس دینِ فطرت کی رفعتیں چاند اور ستاروں سے بڑھ کر بلند، سچائیاں سورج سے زیادہ روشن، وسعتیں آسمانوں سے بڑھ کر وسیع اور گہرائیاں سمندروں سے زیادہ گہری ہیں۔ اور یہ سب کچھ سائنسی دور کے مادہ پرست بے بصیرت انسانوں کو ملکوت السمٰوات والارض کے خالق اور مالک کی طرف پکار پکار کر کہہ رہی ہیں۔ کہ اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان محمداً رسول اللہ ۔ لاریب کہ وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور لاریب کہ محمد اس کے آخری اور سچے رسول ہیں ـــــ حتیٰ یتبیّن لھم انہٗ الحق ـــــ

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۔ سمیع الحق

دارالعلوم کے لئے بجا طور پر عز و افتخار کا مقام ہے اور اس کے وابستگان کے لئے خوشی کا موقع کہ دارالعلوم کے شعبۂ تجوید و قرأت کے ممتاز اور جیّد مدرس اور اس شعبہ کے نگران مولانا قاری محمد سلیمان ہزاروی کو مکہ معظمہ میں منعقد ہونے والے عالمی مقابلہ حسن قرأت و حفظ قرآن میں پہلا انعام دیا گیا۔ یہ اجلاس ۱۵ سے ۲۵ مارچ تک مکہ معظمہ میں جاری رہا اور دنیا بھر کے تقریباً ۱۶۶ ممالک اور تنظیموں کے تقریباً سوا سو نمائندوں میں موضوعات کے لحاظ سے دوسرے گروپ کا مقابلہ حفظ قرآن و تجوید میں تھا۔ اس گروپ میں ہمارے قاری محمد سلیمان صاحب پہلے نمبر پر آئے اور تقریباً سوا دو لاکھ روپے انعام سے بھی سرفراز ہوئے یہ فخر نہ صرف دارالعلوم بلکہ پورے پاکستان کیلئے سرمایہ افتخار ہے مگر افسوس کہ پاکستان کے ذرائع ابلاغ جو ہر خبر نامے کا ایک تہائی وقت دنیا بھر کے لہو و لعب اور کھیل کود سے متعلق خرافات کی نذر کرتے ہیں انہیں حفظِ قرآن میں گویا دنیا بھر کے ایک ارب مسلمانوں میں فضیلتِ تقدم پانے والے پاکستانی قاری و حافظ کی اس شاندار کامیابی کی خبر نشر کرنے کی توفیق نہ ہوئی، ماتم ہے ہمارے ذرائع ابلاغ پر اور افسوس ہے ہماری وزارت مذہبی امور پر ـــــ مگر یقین ہے کہ اس خبر سے قاری صاحب موصوف کی اس خوشی میں نہ صرف دارالعلوم بلکہ پورا ملک شریک ہوگا۔

"ادارہ"

اِسلام اور خواتین کی شہادت

یکم مارچ ــــ ۱۹۸۳ء
بارہ بجکر پچاس منٹ
وقت دس منٹ

مجلسِ شوریٰ (وفاقی کونسل) میں مسوّدہ قانونِ شہادت پر مولانا سمیع الحق صاحب کی تقریر جسے وفاقی کونسل سیکرٹریٹ نے ضبط کیا۔ (ادارہ)

★

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم ــــ واذا دعوا الی اللہ ورسولہٖ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون وان یکن لھم الحق یاتوا الیہ مذعنین۔ أفی قلوبھم مرضٌ ام ارتابوا ان یحیف اللہ علیھم ورسولہ الآیۃ۔

جناب مولانا سمیع الحق: جناب چیئرمین! قانونِ شہادت سے متعلق مسائل بہت گہرے اور ہمہ گیر ہیں۔ ان حالات میں دس منٹ کی جو پابندی رکھی گئی ہے اور یہ جو تلوار سر پہ لٹک رہی ہے۔ تو حیران ہوں کہ میں کس کس مسئلہ پر عرض کروں بہرحال یہ بھی آپ کی عنایت ہوگی کہ اگر دس منٹ مزید دیدیں۔

جناب چیئرمین: نہیں۔ اگر ۹ منٹ میں ختم کر دیں گے تو میں شکریہ ادا کروں گا۔

جناب مولانا سمیع الحق: جو مسودہ ہمارے سامنے لایا گیا ہے اس میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جس پر تمام معزز ارکان کو بلا کسی اختلاف کے گہری نظر ڈالنی چاہیئے تھی اور اسکی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے تھی لیکن بدقسمتی سے سارے مسوّدہ میں صرف ایک مسئلہ ایسا اہم بن گیا ہے کہ سارے ایوان کی توجہات اس طرف ہی لگ گئی ہیں۔ یعنی ؎

آہ بےچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

اور ہمارے مبصرین، ہمارے وکلاء بھی قرآن کریم کی آیات اور مصحفِ الٰہی کی تفسیر اکبر الہ آبادی کی زبان میں "مصحفِ رخسارِ بتانِ مغرب" کی روشنی میں کرنے لگ گئے ہیں۔ اکبر نے کہا تھا ؎

کھل گیا مصحفِ رخسارِ بتانِ مغرب
شیخ حاضر بھی ہوئے ہیں نئی تفسیر کیساتھ

تو ہمارے یہ شیوخ حاضر بھی ہوتے تو نئی تعبیر کے ساتھ ۔ پیر اشرف صاحب جو اس وقت موجود نہیں ہیں اور ہمارے علامہ[1] (رضی صاحب شیعہ مجتہد) بھی، تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے اپنے اجتہادات ہیں۔ ان کا حق ہے کہ جیسے چاہیں انہیں ظاہر کر دیں۔ لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ یہ شیعہ مسلک بھی نہیں ہے۔ اہل سنت اور اہل شیعہ اللہ کے فضل سے قانونِ شہادت میں خواتین کے مسئلہ پر متفق ہیں بلکہ شیعہ ہم سے چند قدم آگے ہیں۔ میں یہاں صرف ایک حوالہ پیش کرتا ہوں کہ شیعہ مسلک کیا ہے۔؟

اسلامی نظریاتی کونسل نے جو ہمیں قانونِ شہادت بھیجا ہے۔ اس کے صفحہ ۵۹ ضمیمہ (الف) کے ماتحت کونسل کے شیعہ رکن علامہ طالب جوہری صاحب کے اختلافی نوٹ میں کہا گیا ہے۔ کہ نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں صرف حدود میں خواتین کی شہادت مسترد کی گئی ہے۔ اور مقبول نہیں ہے۔ لیکن علامہ طالب جوہری کے نزدیک حدود کے علاوہ طلاق، خلع، وصیت اور نسب میں بھی عورتوں کی گواہی کسی اعتبار سے قابلِ قبول نہیں ہے عورتوں کے متعلق مخصوص امور میں ہمارے ہاں صرف ایک عورت کی شہادت کافی ہے۔ مگر انہوں نے ان امور میں بھی چار عورتوں کی گواہی کو ضروری قرار دیا ہے۔ (مسودہ قانونِ شہادت، مرتبہ نظریاتی کونسل ص ۵۹)

ایک رکن | پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہاں نظریاتی کونسل کی رپورٹ تو زیرِ بحث نہیں۔

جناب چیئرمین | تشریف رکھئے، مولانا اس رپورٹ سے حوالہ پیش کر سکتے ہیں۔

مولانا! آپ کی مراد یہ ہے۔؟ کہ یہ علامہ جوہری کا مسلک ہے۔

مولانا سمیع الحق | نہیں جناب انہوں نے لکھا ہے کہ ہمارے فقہ جعفریہ میں ہے۔ تو عرض یہ ہے کہ شیعہ مسلک خواتین کو معلوم نہیں ہے جس میں مرحلہ مرحلہ پر ان کی شہادت کو قابلِ قبول نہیں سمجھا جاتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ علامہ رضی صاحب نے عورتوں کی امامت کے بارے میں کہا ہے جو ہمارے ہاں بھی جائز ہے یعنی آپس میں خواتین اگر ایک کمرے میں جمع ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اکٹھی نماز پڑھیں اور ایک عورت ان کی امامت کروا سکتی ہے۔ لیکن عورت مردوں کی امامت نہیں کر سکتی۔ پھر عورت کی حکومت کی مثال دی

---

[1] مجلس شوریٰ کے شیعہ عالم دین علامہ سید محمد رضی کراچی نے مولانا سے قبل پر جوش انداز میں ایک عورت کی گواہی کافی ہونے پر زور دیا اور کہا کہ عورت امامت کر سکتی ہے۔ اور حکومت بھی۔ اور میں اپنے اجتہاد کی روشنی میں جرأت سے کہتا ہوں کہ گواہی میں ایک عورت کو کسی دوسرے سہارے کی ضرورت نہیں اور بھول جانے سے متعلق آیت کو علت قرار دیا کہ اب نہیں بھولتی تو دو کی بجائے ایک کافی ہے۔ لاہور کے پیر محمد اشرف صاحب نے بھی اپنی تقریر میں ایسا ہی موقف اختیار کیا تھا۔ (ادارہ)

گئی ہے۔ تو یہ ملکہ سبا کا واقعہ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو ساری پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہو گئی ہیں۔ تو ہمارے نزدیک عورت کی حکومت بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے کہ لن یفلح قوم ولّوا امورھم نساءھم (او کما قال) اس قوم نے کبھی فلاح نہ پائی جس نے اختیار اور نظامِ اقتدار عورتوں کے سپرد کر دیا۔

پھر علامہ صاحب سورہ بقرہ کی آیت فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان۔ کے بعد ارشادِ باری ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخریٰ (کہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے) کو حکم کی علت قرار دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علامہ صاحب کو اس بارہ میں غلط مبحث ہوا ہے۔ جبکہ اصل بات یہ ہے کہ ایک علت ہوتی ہے اور ایک حکمت۔ تو خداوند قدوس نے یہاں یاد دلانے کے مسئلے کو بطور علت بیان نہیں کیا ہے۔ بلکہ بطور حکمت بیان کیا گیا ہے۔ علت تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ کہ یہ چیز اس وجہ سے لازمی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قانون بنایا ہے۔ اب کسی قانون کی آپ حکمتیں بیان کریں تو اس حکمت کے ساتھ وہ چیز وابستہ نہیں ہوتی، اگر حکمت بیان کی گئی ہے تو بہتر، نہیں ہے تو پھر بھی وہی حکم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے روزہ کے بارہ میں فرمایا: یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ الایۃ۔ کہ روزے سے تقویٰ حاصل ہوگا۔ تو روزے کی فرضیت کے لئے تقویٰ علت نہیں ہے۔ یہ حکمت ہے کہ شاید تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔

نماز کے بارے میں فرمایا: ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ الآیۃ۔ کہ نماز برائیوں سے روکتی ہے۔ تو یہ اسکی علت نہیں حکمت ہے تو اگر ایک شخص گناہ کبیرہ کرتا ہے تو کیا اسے اب کہا جائے کہ تم نماز مت پڑھو۔ کیونکہ علت حاصل نہیں ہو رہی ہے یا اگر تقویٰ آگیا ہے تو تم نماز ہی چھوڑ دو کہ مقصد حاصل ہو گیا تو اب کیا ضرورت ہے؟ ایک شخص کے اندر تقویٰ نہیں ہے۔ تو اس کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تم روزہ ہی مت رکھو۔ تو اللہ تعالیٰ نے بطور حکمت اسے بیان کیا اور علامہ آلوسی نے بھی اپنی تفسیر روح المعانی کی دوسری جلد میں ایسی ہی روشنی ڈالی ہے۔ اور سارے مفسرین اسے حکمت قرار دیتے ہیں۔ (یہاں انہوں نے کتاب سے اقتباس سنایا۔) تو یہ حکمت اللہ تعالیٰ نے ایک مصلحت بیان فرمائی ہے۔ یہ بھی اُن کی رحمت تھی کہ اگر نہ بھی بیان فرماتے تو بغیر حکمت کے ماننے کے بھی مسلمان اللہ کے احکام کا پابند ہوتا ہے۔

بہرحال یہ گذارشات تو ضمناً آگئیں اور میرے دس منٹ کا اہم حصّہ تو ان کی نذر ہو گیا۔ اب اصل موضوع کا کیا کیا جائے۔؟ علامہ رضوی صاحب تو اللہ کے فضل سے بہت وسیع الظرف انسان ہیں

ہماری آپس میں بات چیت ہوتی ہے۔ کھلے دل کے انسان ہیں

لیکن میرے لئے یہ ضروری تھا کہ ہم اہلِ سنت کے مسلک کی رو سے اسکی بروقت تردید کریں وہ اپنے مسلک کی وضاحت جس طرح چاہیں کر سکتے ہیں۔ ان پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ یہ ان کا اپنا اجتہاد ہو تو ہو مسلک نہیں۔

جناب چیئرمین صاحب | یہاں خواتین کو بار بار یہ مسئلہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اگر فرائض اور حقوق کو ملحوظ رکھیں تو پھر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں ہمارے لئے فرض قرار دی ہیں۔ مثلاً عبادات نماز روزہ زکوٰۃ حج۔ اسی طرح شہادت بھی ایک فرض ہے جو فقہ کا مسئلہ ہے۔ اور سارے فقہاء اور علماء ابواب الشہادت کی کتابوں میں اسکی تصریح کرتے ہیں۔ یہ میرے پاس فقہ کی کتاب ہدایہ ہے۔ اس کے آغاز میں ہے۔ کہ الشہادۃ فرض ـــ الخ شہادت ایک فریضہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر عائد کیا گیا ہے۔

یہ حق نہیں ہے کہ کسی کو دے دیا۔ اور کسی کو نہیں دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کو اختیار حاصل ہے کہ کس کے لئے کوئی عبادت لازم کرے۔ کسی کے ذمہ نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے خواتین کی نازک ذمہ داریوں اور خلقی کمزوریوں کی وجہ سے ان کو تمام عبادات میں بھی رعایت دی ہے۔

یہ شہادت کا مسئلہ بھی اگر وہ سوچیں تو ان کے لئے رعایت ہے۔ مثلاً نماز فرض ہے۔ ایک حق نہیں ہے۔ اب نماز کیلئے بھی یہ کہا گیا ہے کہ دس دن مہینے میں تمہیں (عذر ہونے کی وجہ سے) چھٹی ہے کہ جب حضورؐ سے عورتوں کے نقصانِ دین کے بارہ میں پوچھا گیا تو حضورؐ نے یہی بات دلیل کے طور پر پیش کی۔ اسی طرح روزہ ایک فرض ہے خدا نے روزے میں بھی ان کو رعایت دی ہے۔ جن دنوں اس کو عذر ہے وہ دس دن روزہ نہیں رکھ سکے گی۔ سخت گرمی کے دن ہوں گے مگر اسے روزہ نہیں رکھنا ہے۔ بعد میں وہ اعادہ کرے گی۔ اس طرح حج کا مسئلہ ہے، حج میں ہر مرد پر پابندی ہے کہ وہ اگر استطاعت رکھتا ہے تو لازمی طور پر حج پہ جائے ـــ من استطاع الیہ سبیلا۔ الآیۃ۔ اس کے ساتھی ہوں یا نہ ہوں مگر جائے گا، ہزاروں خطرات مرد کیلئے بھی راستے میں ہوتے ہیں لیکن عورت کیلئے یہ کہا گیا ہے۔ کہ اگر دوسرا تمہاری نگہداشت کرنے والا ہو اگر دوسرا مرد محرم ہوگا تب تم پر حج فرض ہوگا تو یہ کتنی بڑی رعایت ہوئی۔ اور زکوٰۃ وعشر میں میرا خیال ہے کہ اس میں بھی عورت سے رعایت ہے۔ مثلاً ڈھائی فیصد مرد پر بھی ہے اور ڈھائی فیصد عورت پر بھی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس میں رعایت نہ ہوتی تو عورت پر ۵ فیصد ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ مرد کے ذمہ خدا نے ساری ذمہ داریاں اور گھر کے تمام اخراجات لگائے ہیں۔ عورت کا نان ونفقہ رہن سہن سب کچھ مرد کے ذمہ ہے۔

(باقی ص ۷۱ پر)

کی گئی ہیں۔ ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں۔ تو اس پر دگنی چوگنی
مرد کے پاس ہزار روپے ہیں۔ تو اس پر دگنی چوگنی ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں۔
مرد کے پاس ہزار روپے ہیں۔ اسکو نہ بچوں کی اس پر ذمہ داری
عورت کے پاس ہزار روپیہ ہے۔ اور کوئی ذمہ داری نہیں نہ مرد کا فکر ہے اسکو۔ نہ بچوں کی اس پر ذمہ داری
ہے۔ اس کے اپنے اخراجات بھی مرد پر ہیں گھر کا نوکر چاکر بھی مرد کے ذمہ ہے۔ تو گویا پھر تو ۵ فیصد ہونا چاہیئے
تھا۔ لیکن خدا نے اس میں بھی ایسی کنسیشن (CONCESSION) دی کہ ڈھائی فیصد ان پر بھی مردوں کے برابر

لگا دیا۔
اب آگے بات آتی ہے شہادت کی اور کہا جاتا ہے کہ جب اللہ نے شہادت کی ادائیگی کا حکم دیا ہے تو
ہمیں کیوں روکا جاتا ہے۔ تو شہادت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جب اسے مکلف نہیں بنایا تو آیاتِ شہادت
متوجہ ہی نہیں ہوئیں ان کو، مثلاً واقیموالصلواۃ کا حکم ہے تو اگر ایک شخص نابالغ ہے اسکو اقیموالصلواۃ
متوجہ ہی نہیں ہے۔ غیر مسلم ہو تو متوجہ نہیں ہوتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔ اسی طرح 'اتوالزکواۃ ہے۔ ایک
شخص فقیر ہے اور صاحبِ نصاب ہی نہیں ہے۔ تو وہ مرد ہو یا عورت ہو اسکو یہ آیت متوجہ ہی نہیں ہوتی
اللہ نے جب عورت کو مکلف نہیں بنایا اس فریضے کا تو یہ آیات ۱۔ ولایاب الشھداء اذاما دعوا۔
الآیۃ۔ ۲۔ ولاتکتموالشہادۃ ومن یکتمھا فانہ آثم قلبہ۔ الآیۃ۔ ۳۔ کونوا قوامین
بالقسط شھداء للہ ولوعلی انفسکم۔ الآیۃ
یہ ساری آیات ان کو متوجہ ہی نہیں ہیں کہ وہ کہیں کہ ہمیں بھی اس میں مخاطب بنایا گیا ہے۔ جب کسی
طبقے کو مکلف ہی نہیں بنایا گیا ہو تو اس سے وہ آیت مطالبہ ہی نہیں کرتی۔ اور میں سوچتا ہوں کہ یہ تضادات
خدا کے کلام میں کیسے ممکن تھے۔ جبکہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ عورتوں کو فرماتے ہیں کہ وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ
ولاتبرّجن تبرّج الجاھلیۃ الاولیٰ۔ الآیۃ۔ کہ گھروں میں بیٹھی رہو دوسری طرف اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں واذا سألتموھن متاعاً فاسئلوھن مِنْ وراء حجاب۔ الآیۃ۔ کہ کوئی چیز بھی مانگو تو پردے
کے پیچھے سے ان سے کوئی چیز مانگو۔ ایک طرف تو خداوند تعالیٰ ان کو پابند بناتا ہے گھر کا، پھر دوسری طرف
ان پر فرض کیسے کرتا ہے۔ کہ وہ جاکر عدالتوں میں گواہیاں دیتی رہیں اور پھرتی رہیں، اللہ کے کلام میں ایسا تضاد
تو نہیں ہوسکتا ان آیات کا سارا مضمون یہی ہے کہ وہ گھروں میں بیٹھی رہیں پردہ کا حکم ہے اور دوسری طرف
وہ تمام آیاتِ شہادت پیش کی جارہی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ عدالتوں میں گھومتی رہو تو یہ کوئی انسانی
قانون اور انسانی لائر (LAWYER) اور انسانی قانون دان تو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی تضاد
نہیں تو ایسے تمام آیات کا مخاطب اللہ تعالیٰ نے مرد کو بنایا ہے۔

جنابِ چیئرمین | تشریف رکھیں، آپ کا وقت ختم ہوگیا ہے۔
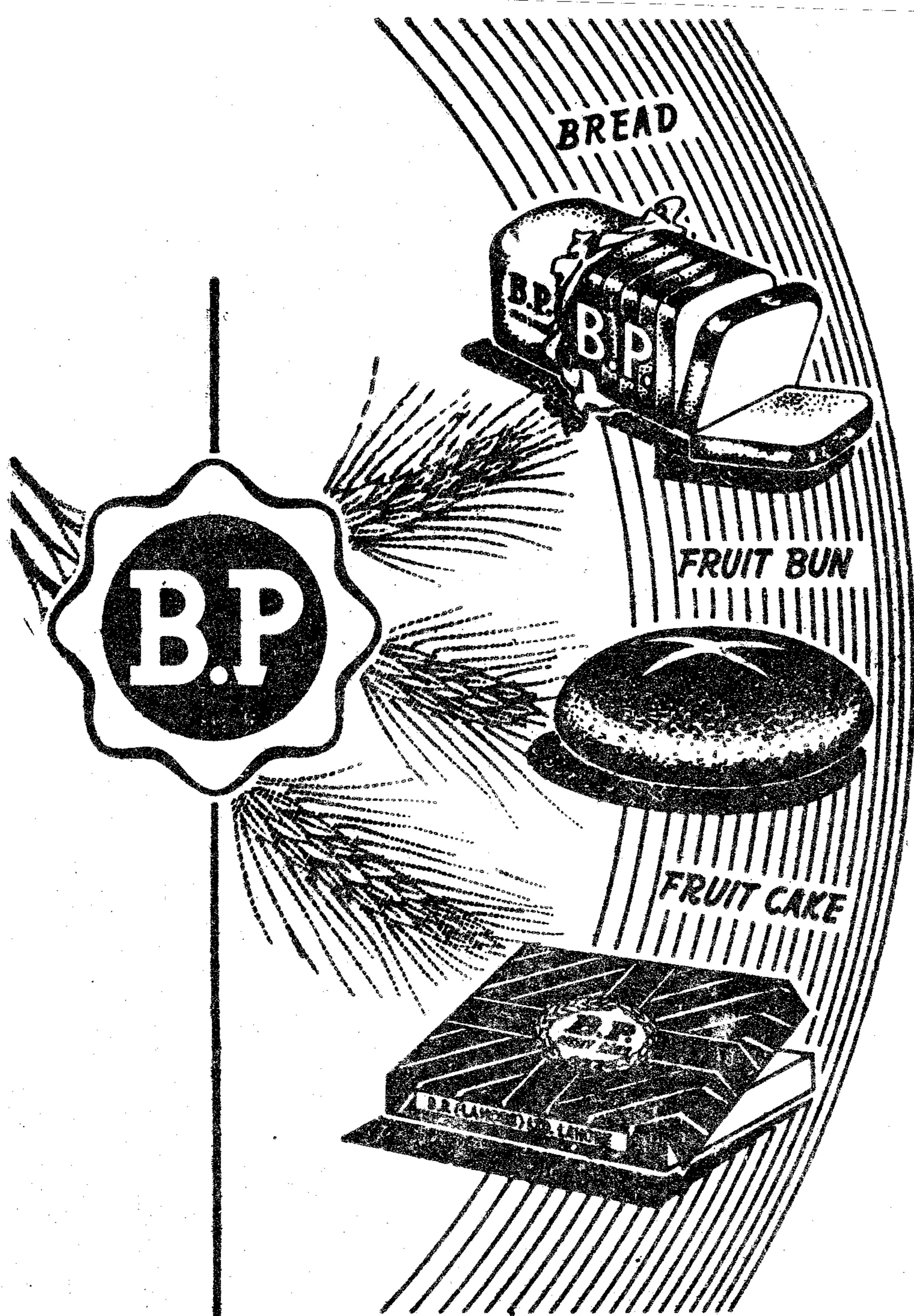
BREAD
FRUIT BUN
FRUIT CAKE
B.P
B.P. (LAHORE) LTD.
LAHORE

ضبط وترتیب شفیق فاروقی
رپورٹنگ وفاقی کونسل سیکرٹریٹ

مسودہ قانون شہادت میں

مولانا سمیع الحق کی بعض دیگر ترامیم

اور تقاریر

مسودہ قانون شہادت کی دفعہ ۴۵ کا تعلق اقبال جرم اور اقرار سے ہے جس میں کہا گیا ہے کہ

"ان معاملات میں جو تسلیم کئے گئے ہوں۔ اقبال تصفیہ کن ثبوت نہیں لیکن امر عارض ہو سکتا ہے "۔

اس دفعہ کے متعلق مولانا سمیع الحق کی ترمیم (جن کا نمبر فہرست ترامیم میں ۳۰ تھا) یہ تھی کہ اس دفعہ کو یوں بدل دیا جائے۔

" ان معاملات میں جو تسلیم کئے گئے ہوں اقبال تصفیہ کن ثبوت بھی ہے اور مانع تقریر مخالف (ESTOPPIL) بھی اگر کوئی شخص اقبال (اقرار) کرے تو کتب شریعت کے بیان کردہ احکام کے مطابق اس اقبال (اقرار) کو اہمیت دے کر فیصلہ کیا جائے "

جناب چیئرمین نے یہ ترمیم پڑھ کر ایوان کے سامنے رکھی تو اس کے بارہ میں میاں نعیم الرحمٰن صاحب نے نقطہ اعتراض اٹھایا کہ یہ ترمیم تقاضوں کے مطابق نہیں تو مسودہ قانون میں کیسے آ سکتی ہے۔ جناب چیئرمین نے انہیں ترمیم کی اصل عبارت جو اردو میں تھی کی طرف توجہ دلائی۔ اور خود بھی پڑھی اور انگریزی میں اس کا ترجمہ بھی درست کیا۔ اور پھر محرک کو اس پر بحث کی اجازت دے دی۔ مولانا نے کہا۔

مولانا سمیع الحق | جناب چیئرمین صاحب! یہ بالکل واضح ہے ہمارے سامنے جو اصل دفعہ ہے اس میں یہ ہے کہ اقبال تصفیہ کن ثبوت نہیں لیکن امر عارض ہو سکتا ہے۔ تو میرا مقصد یہ ہے کہ اقبال کو ثبوت قطعی اس شہادت ایکٹ کی رو سے نہیں سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے انگریزی شہادت ایکٹ میں جس مفہوم میں استعمال کیا ہے اس کا شاید یہی تقاضا تھا لیکن اسلامی قانون میں اقرار کو جس مفہوم میں لیا گیا ہے وہ نتائج کے اعتبار سے قطعی ثبوت بھی ہے۔ یعنی اس سے انکار نہیں کہ (ESTOPPIL) بھی ہے۔ مگر صرف یہی نہیں بلکہ ثبوت قطعی بھی ہے واضح اصول ہیں کہ المرء یؤخذ باقرارہٖ آدمی اس کے اقرار سے پکڑا جاتا ہے "۔

اس مرحلہ پر جناب ملک محمد رمضان صاحب بلوچستان نے چیئرمین سے کہا کہ مولانا کی ترمیم کے الفاظ اور معانی کے جھگڑوں میں پڑنے کی بجائے جذبے کو بھی دیکھنا چاہئے اگر یہ قرآن و سنت کی تعلیمات پر مبنی ہے تو اسے اور الفاظ کا جامہ پہنائیں۔ مگر قبول کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔

اس کے بعد چیئرمین نے جناب سید معین الدین شاہ کو اس پر اظہار خیال کی دعوت دی انہوں نے کہا کہ قوانین آپس میں مربوط ہوا کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ ہم نے قاضی کورٹس پاس کیا ہے۔ یہاں حقوق کی بات نہیں ہے۔ یہاں یہ ترمیم زائد ہے "قانون میں آ ہی نہیں سکتی" اور کئی موقع پر ایسا ہوا کہ یہاں جو چیز لانا نہ چاہتے تو یہ حضرات قاضی کورٹ کا حوالہ دے دیتے اقرار کے متعلق یہی انداز اختیار کیا گیا کہ قاضی کورٹ کا قانون یہی ہے۔ اس مرحلہ پر مولانا سمیع الحق نے جواب بحث دیتے ہوئے کہا کہ

مولانا سمیع الحق: جناب والا! میں نے ابھی ایک حصہ بیان کیا تھا یہاں بار بار ہمیں قاضی کورٹس کا حوالہ دیا جاتا ہے یہ بڑا عجیب سا نظام ہے کہ اس مسئلے کو دوسری کتاب سے مربوط کیا جائے۔ اور اس کو تیسری سے۔ قانون شہادت تو یہ ہے کہ شہادت کے سارے امور گواہوں کے متعلق ہوں یا حلف کے متعلق ہوں یا اقرار کے متعلق ہوں تو اسے یکجا رکھا جائے اس طرح آسانی رہے گی۔ ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ ایک صحیح اور مؤثر ڈھانچہ تیار ہو جائے تو یہاں اگر تفصیلات نہ بھی ذکر کئے جائیں تو میں نے ترمیم میں کہا ہے کہ "کتب شریعت کے بیان کردہ احکام کے مطابق" یہ اس لئے ضروری ہے کہ اقبال اور اقرار کو بھی شریعت نے کئی شرائط سے مشروط کر دیا ہے مثلاً اقرار کرنے والا عاقل بالغ ہو گا اگر نابالغ ہے اور ولی یا سرپرست نے اس کو کاروبار کرنے کی اجازت دی ہے تو وہ بھی بالغ کے حکم میں متصور ہو گا۔ اسی طرح اور کئی شرائط ہیں تو میں یہ چاہتا ہوں کہ جب مقر اقرار کرے اقبال کرے تو اس میں شریعت کے واضح احکامات کو ملحوظ رکھا جائے یہاں تو بالکل مبہم ہے۔ اور دوسرا مانع امر مخالف کا مسئلہ ہے کہ اسلام اقرار کو ثبوت قطعی بھی قرار دیتا ہے۔ اگر ہم نے ثبوت قطعی قرار نہ دیا تو شریعت کا ایک اصول اس سے متاثر ہو جائے گا ــــ اقرار ایک مستقل عظیم الشان باب ہے اسلامی قانون شہادت کا۔ اس کے تقاضوں کو بھی ہر جگہ ملحوظ رکھنا ہو گا۔ یہ عام مسلمہ اصول ہے کہ المرء یؤخذ باقرارہ ــــ اب ایک شخص نے اگر اقرار کر لیا تو یہاں تو اس کو مانع تقریر مخالف قرار دیا گیا یعنی ایک شخص کہتا ہے کہ فلاں شخص میرا بھائی ہے تو بھائی تو اس کا ہو گیا مگر یہ ضروری نہیں کہ اس اقرار سے وہ اس کے باپ کا بیٹا بھی ہو جائے۔ خلاصہ تو یہی ہے۔ مگر یہاں تو اس کو ثبوت قطعی قرار ہی نہیں دیا گیا اگر ایسا ہی ہو تو اقرار کا تو کوئی بنیاد ہی نہ ہوا۔ دوسری گذارش میں نے یہ کی کہ اقرار کو شریعت نے کئی چیزوں سے پابند کر دیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے شاہد کے لئے بھی اہلیت اور شرائط ملحوظ رکھے ہیں تو یہاں بھی اگر تفصیلات میں نہیں جاتے تو شہادت کے بعد ایک درجہ تو اقرار کرنے کا ہے اس کی بھی شرائط ہیں اور کچھ مستثنیات ہیں وضاحتیں ہیں تو اس کو میرے اس مختصر جملے میں ملحوظ رکھ دیا جائے کہ شریعت کے بیان کردہ احکام کے مطابق اس اقبال کو اہمیت دیں گے۔ اگر وہ شریعت کے احکام پر پورا نہیں اترتا تو جج کو اختیار ہو کہ وہ اس شخص کے اقرار کو اہمیت نہیں دے گا۔ صرف اتنا معاملہ ہے کہ اس دفعہ کو بھی

کسی طرح اسلامی اصولوں کے قریب لایا جائے۔"

اس کے بعد جناب چوہدری فقیر اللہ صاحب اور جناب چوہدری الطاف حسین صاحب اور بعض دیگر ارکان نے ترمیم کی مخالفت پر زور دیا۔ اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب نے ترمیم کی پر زور تائید کی اس پر رائے شماری کے بعد جناب چیئرمین نے اسے ساقط قرار دے دیا۔

دفعہ ۶۴ کا تعلق شادی وغیرہ کی رشتہ داری کے ثبوت سے ہے اس میں مولانا کی ترمیم یہ تھی کہ اس کے آخر میں یہ الفاظ بڑھا دئے جائیں۔ کہ "یا قوانین حدود کے متعلقہ دفعات کے تحت ہو" تاکہ زنا کاری کے انسداد کے سلسلہ میں یہ دفعہ بعض صورتوں میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ یہاں اصل دفعہ میں تعزیرات پاکستان کے دفعہ ۴۹۷ اور ۴۹۸ کا ذکر تھا جب کہ وہ کالعدم ہو چکے تھے مگر حدود کے متعلقہ دفعات کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ جناب حکیم محمد سرار خان جناب چوہدری محمد الطاف حسین صاحب۔ جناب وزیر قانون پیرزادہ صاحب نے بحث میں حصہ لیا۔ اور کہا کہ اس ترمیم کے تقاضے حدود آرڈیننس سے پورے ہو رہے ہیں البتہ ۴۹۷ اور ۴۹۸ دفعات کا ذکر یہاں زائد ہے اس لئے کہ یہ ریپل ہو چکے ہیں۔

جناب چیئرمین نے اس کے بعد محرک مولانا سمیع الحق کی رائے معلوم کی تو انہوں نے کہا کہ "جناب چیئرمین ہم نے یہ بات مسودہ کو ترتیب دیتے وقت مفاہمتی مجلس میں بھی کہی تھی۔ کہ اگر حدود آرڈیننس کے ذکر کی ضرورت نہیں تو تعزیرات پاکستان کے ان منسوخ شدہ دفعات ۴۹۷، ۴۹۸ کے بھی ذکر کی ضرورت نہیں تو میں حیران تھا کہ جو منسوخ ہیں ان کا تو ذکر ہے لیکن جو رائج الوقت ہے یعنی حدود آرڈیننس اس کا ذکر نہیں۔ جناب چیئرمین نے منسوخ شدہ دفعات کا ذکر ہٹا دیا اور مولانا نے ترمیم واپس لانے کی اجازت شرطیہ طور پر لینی چاہی جناب چیئرمین نے فرمایا کہ شرطیہ اجازت نہیں لی جا سکتی۔ اور ترمیم پر رائے شماری ہوتی اور گر گئی۔

مسودہ قانون شق ۱۰۳ کی تمثیلات میں پیراگراف ب میں ۱۸۷۳ء اور شق ج میں رام پور سٹیٹ کا ذکر تھا یہ دفعات شہادت ایکٹ ۱۸۷۲ء سے ہو بہو رکھی گئی تھیں۔ مولانا سمیع الحق کی ترمیمیں تھیں کہ ۱۸۷۳ء کو ۱۹۸۴ء۔ اور رام پور سٹیٹ کو خان پور سٹیٹ سے بدل جائے۔ جناب چیئرمین نے فرمایا کہ آپ نے خوب غلطی پکڑی ہے۔ یہ دونوں ترمیمیں متفقہ طور پر منظور کر لی گئیں۔ اسی طرح اس مسودہ کی دفعہ ۱۰۴ میں رنگپور (جو اب بھارت میں ہے) آپ نے ترمیم سے بہاولپور سے بدلنا چاہا اور کہا کہ پاکستان میں اللہ کے فضل سے بہت سے شہر ہیں وہ ایک استعماری دور تھا ہم غلام تھے مگر اس وقت ہم انڈیا کی مثال دیں تو کتنے شرم کی بات ہوگی وہ آسام میں مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں اور ہم الخ ــــ جناب حمزہ صاحب نے ترمیم کی اسی زیادہ پر مخالفت کی کہ ہمارے پنجاب میں بھی رنگ پور نامی قصبہ ہے۔

دفعہ ۱۲۸ کا تعلق دوران ازدواج بچے کی پیدائش سے ہے کہ ایسی پیدائش بچے کے جائز ہونے کا پختہ ثبوت ہوگا
مجوزہ ایکٹ ۱۸۷۲ء میں اسے بالکل مبہم چھوڑ دیا گیا تھا۔ صرف یہ کہ جائز شادی کے دوران پیدا ہونا پختہ ثبوت ہے۔
گویا اگر عقد نکاح کے چند دن بعد بھی بچہ پیدا ہوا تو حلالی سمجھا جائے گا جب کہ اسلام شریعت کی رو سے عقد نکاح کے کم
از کم ۶ ماہ گذرنے کے بعد پیدا ہونے والا بچہ جائز سمجھا جائے گا۔ اسی طرح یہ ایکٹ انفساخ نکاح کی صورت میں دو سو
اسی یوم کے اندر بعد انفساخ ازدواج تولد کو جائز ثبوت قرار دے رہا تھا جب کہ فقہاء کرام کے نزدیک کم از کم مدت
دو سال ہے۔ یعنی فسخ نکاح (طلاق یا وفات) کے بعد دو سال تک پیدا ہونے والا بچہ بھی حلالی سمجھا جائے گا۔ سوائے
استثنائی صورتوں کے ــ نیچے دفعہ میں آ رہے ہیں۔

علماء کو اصرار تھا کہ اس دفعہ کو ہر حالت میں شریعت کے مطابق بنانا ہوگا۔ جب کہ مخالف گروپ وکلاء وغیرہ اس
پر آمادہ نہیں تھے۔ مگر بعد میں مفاہمتی مجالس میں اس پر جناب وزیر قانون وغیرہ کی سعی سے وکلاء حضرات نے اتفاق کر
لیا۔ اور اس دفعہ کو علماء کرام نے مرتب کر کے مسودہ میں شامل کرایا۔

"دفعہ ۱۲۸۔ دوران ازدواج پیدائش پختہ ثبوت جائز ہونے کا ہے | یہ واقعہ کہ کوئی شخص اپنی والدہ کے کسی مرد کے
ازدواج جائز میں رہنے کے چھ ماہ یا اس کے بعد یا اس نکاح کے ختم ہونے سے دو سال کے اندر پیدا ہوا ہو اور اس
اثناء میں اس کی ماں بے زوج رہی ہو اس امر کا قطعی ثبوت ہوگا کہ وہ صحیح النسب بیٹا ہوگا۔ الا یہ کہ عورت عدت گذر
جانے کا اقرار کر چکی ہے۔ اور بچہ کی پیدائش تاریخ اقرار سے چھ ماہ بعد ہوئی یا شوہر انکاری ہو۔

ایوان میں یہ دفعہ سامنے آیا تو حکیم محمد سردار خان اور بعض وکلاء نے پھر اسے ترمیم کے ذریعہ بدلنا چاہا اور نکاح
ختم ہونے کے بعد کی مدت کو ۲۹۵ دن تک محدود کرنا چاہا۔ یہ مسئلہ مدت حمل کی اکثر حد پر مبنی ہے۔ بعض ائمہ کے ہاں یہ مدت
تین سال اور اس سے بھی زائد ہے۔ امام ابوحنیفہ کی رائے کم از کم میعاد پر مبنی ہے۔ مخالفت کرنے والوں کو یہ میعاد ناممکن
اور مضحکہ خیز نظر آ رہی تھی۔ جب کہ انگریزی ایکٹ میں عقد نکاح کے دو دن بعد بچے کی ولادت قانوناً جائز قرار دئے جانے
پر حیرت اور اچنبھا نہ تھا۔

علماء کرام نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ اس میعاد کی حکمتوں پر روشنی ڈالی۔ اور پیش کردہ ترمیم کی مخالفت کی حضرات
وکلاء نے اپنے موقف پر تقریریں کیں اور الحمد للہ کہ رائے شماری کے بعد مخالفانہ ترامیم ساقط ہو گئیں اور بڑی
اکثریت سے علماء کی پیش کردہ دفعہ منظور ہو گئی۔

اس مسئلہ پر مولانا سمیع الحق نے اپنی مختصر تقریر میں کہا کہ۔

جناب چیئرمین | مولانا سمیع الحق

مولانا سمیع الحق | جناب چیئرمین۔ یہاں زیادہ زور اسی پر دیا گیا ہے کہ بظاہر یہ ناممکن نظر آتا ہے اور اس جدید دور میں

اگر ہم دس مہینے سے زیادہ دو سال فرض کر لیں تو لوگ ہنسیں گے گویا اس کے ناممکن ہونے کی وجہ سے ۲۹۵ دن پر زور دیا گیا ہے۔ میں مختصراً دو تین نکات بیان کرتا ہوں۔ ایک تو حکیم محمد سردار خان صاحب کی ترمیم میں بظاہر تعارض ہے۔ ابتدا میں تو انہوں نے کہا ہے کہ ۲۹۵ دن میں تبدیل کیا جائے۔ اور سب مقررین اس پر زور دے رہے ہیں۔ کہ یہ چونکہ ناممکن ہے اس لئے ایسا ہونا چاہیے۔ پھر یہ خود آخر میں بار ثبوت والدہ پر ڈالتے ہیں تو وہاں کہتے ہیں کہ ۲۹۵ دن کے بعد اور دو سال کے اندر۔ میں کہتا ہوں کہ جو چیز ترمیم کی ابتدا میں واقعی ناممکن تھی تو آخر میں وہ ممکن کیسے سمجھ لی گئی۔ اگر یہ بات بالکل ناممکن تھی تو پھر ایک ناممکن چیز کے لئے کسی دعوی کا بار ثبوت والدہ پر ڈالنا کتنی تعجب کی بات ہے۔ میں ابھی وضاحت سے بات کروں گا۔

چوہدری محمد ادریس تاج | پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین۔ اگر میں قیاس سے یہ کہوں کہ کسی خاتون کے پیٹ میں بچہ ہے تو وہ آخر میڈیکل چیک اپ کروائیں گے تو پتہ چلے گا اس طرح تو پتہ نہیں چل سکتا۔

جناب چیئرمین | تشریف رکھیے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

مولانا سمیع الحق | تو اگر ایک چیز ترمیم کے آغاز میں مضحکہ خیز تھی تو وہ ترمیم کے آخر میں کیوں مضحکہ خیز نہیں بنتی۔ دوسری گذارش میری یہ ہے کہ اس زمانے میں بھی بچے دو دو سال پیٹ میں نہیں رہتے تھے۔ اور عام حالات جو ہمیں ملتے ہیں اس میں ایسی مثالیں بہت کم ہیں اس کے باوجود بھی تمام ائمہ نے جو رائے اختیار کی تو یہ نہیں تھا کہ ان میں عقل تدبر اور ساری باتیں نہیں تھیں اور انہوں نے آنکھیں بند کر کے ایسی بات نعوذ باللہ جاہلانہ بات کہہ دی حالانکہ سب ائمہ بنیادی طور پر متفق ہیں کہ ایک سال نہیں ہے اور چاروں ائمہ میں اگر اختلاف ہے بھی اکثر مدت حمل کے بارے میں تو وہ دو سال سے زائد میں ہے ان دو سال پر تو سب متفق ہیں۔ امام شافعی تو تین سال کہتے ہیں۔ امام مالک سے چار سال سے چھ سال تک کے اقوال ہیں (اس مرحلہ پر کئی ارکان نے مضحکہ خیز انداز میں ان اقوال کا مذاق اڑایا) اب آپ مذاق اڑائیں یا ہنسی کریں یہ آپ کا دین ہے۔ پھر سرے سے اس دین سے ہی دستبردار ہو جائیں خواہ آپ جو بھی کریں آپ کو ان مسائل میں جرأت ایمانی کی بات کرنی چاہیئے۔ دین کی باتوں پر شرمندہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ دنیا کیا کہے گی۔ ایمانداری سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیں آپ تو پھر آپ کو کتاب وسنت پر مبنی رائے کو ماننا پڑے گا۔ الغرض اس کو اجماع مرکب کہتے ہیں۔ اب وجہ کیا تھی کہ انہوں نے ایسا کہا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ کچھ مخصوص حالات ہیں۔ ایک شوہر بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور ایک بیوی بیچاری بیوہ ہو جاتی ہے وہ ہزاروں مصائب اور مشکلات کا شکار ہو جاتی ہے اگر اس نے عدت پوری ہونے کا اقرار نہ کیا کسی اور سے شادی نہ کی یا شوہر زندہ ہے اور انکار نہیں کرتا تو ان مخصوص حالات میں اللہ نے ہر جگہ اپنے نظام میں یہ کوشش رکھی ہے اور احکام میں اسے ملحوظ رکھا کہ کسی انسان کو ناجائز اور حرامی نہ کہا جائے۔ کیونکہ اس کو ایک دفعہ ناجائز اور حرامی کہہ دینا اس کو زندہ مار دینا ہے۔ اسی طرح ایک پاک دامن اور عفیفہ عورت کو اسلام حتی الوسع اس الزام

تہمت اور بدنامی سے بچانا چاہتا ہے۔ اب دو سال کی گنجائش رکھی گئی ہے ایک عورت لے جاری جب تک اس کے خلاف ثبوت ثابت نہ ہو تو اس کو شریعت اپنے حال پر رکھتی ہے۔ تیسری گذارش میری یہ ہے کہ یہ امت جو ہے یہ سائنس کے زمانے کے لئے صرف نہیں ہے وہ چودہ سو سال سے ہے اور سارے بنی نوع انسان کے لئے اسلامی تعلیمات ہیں ہر جگہ نہ تو سائنس تھی نہ ایکسرے نہ لیبارٹریاں ہیں نہ ٹیسٹ ہو سکتے ہیں۔ آج بھی ۹۵ فیصد علاقہ دیہاتی ہے جنگلات بھی ہیں۔ امت امی کا معنی یہ ہیں کہ انہیں دین فطرت میں تکلفات کا پابند نہ کرایا جائے۔ شکریہ

مروجہ ایکٹ میں وعدہ معاف گواہ موجود ہے۔ یعنی کسی شریک جرم کا اقرار اور آگے اپنے کسی دوسرے شریک کار مجرم کے خلاف بطور شہادت استعمال ہو سکتا ہے جس کی شرعی نقطہ نظر سے گنجائش نہیں۔ باہمی مفاہمت میں سے مسودہ سے یہ شق حذف کرایا گیا تھا مگر ریٹائرڈ چیف جسٹس بشیر الدین خان صاحب اپنی ترمیم کے ذریعہ اسے برقرار رکھنا چاہتے تھے اس ترمیم پر بڑی زوردار تقریریں ہوئیں۔ ترمیم کی تائید کو اکثریت سمجھا گیا اور وہ منظور ہو گئی۔

مولانا سمیع الحق نے اپنی تقریر میں کہا۔

جناب چیئرمین | بہت شکریہ! مولانا سمیع الحق صاحب۔

جناب مولانا سمیع الحق | حضور والا یہ واضح مسئلہ ہے کہ وہ خود ایک فریق مقدمہ بن گیا ہے۔ اور اس کے بارے میں المغنی نے تصریحات نقل کی ہیں۔ کہ کل من خاصم فی حق لا تقبل شہادۃ فیہ (المغنی ج ۱ ص ۱۶۷) ایک اور روایت ہے قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تقبل شہادۃ لخصم (المغنی ج ۱ ص ۱۶۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فریق مقدمہ کی گواہی فریق مخالف کے لئے قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ ایک فریق مقدمہ ہے اور اس فریق کے مخالف کو استعمال کرتا ہے تو اس فریق پر بڑی زیادتی ہے۔ دوسری روایت الدر المختار کی ہے۔ کل من صار خصماً فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا۔ (الدر المختار کتاب الشہادات)

ترجمہ یہ ہے۔ کہ ہر وہ شخص جو کسی شہادتوں میں فریق مخالف ہو تو اس میں اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ تیسرا یہ کہ وہ گناہ کا اعتراف کرنے کے بعد عادل نہیں رہا اور شہادت کے لئے صریحاً اصول ہیں کہ وہ عادل ہو خود اس نے یہ اعتراف کیا کہ میں نے قتل کیا ہے، چوری کی ہے، زنا کیا ہے تو اس کے بعد اس کی شہادت کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ چوتھی بات یہ کہ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کو معاف کرے کیونکہ اس سے تو حقوق العباد کی حق تلفی ہو گی۔ یہ حکومت کو بھی حق نہیں ہے کہ وہ ملزم کو معاف کر دے کہ چلو تم نے چوری کی ہے۔ قتل کیا ہے۔ حقوق العباد کو حکومت بھی ضائع نہیں کر سکتی۔ یہاں ریاست اور اسٹیٹ کی حفاظت کا مسئلہ اٹھایا گیا ہے تو اسلام کہتا ہے کہ اس کے لئے سخت سے سخت قوانین بنائے جائیں اور غدار کو سخت سزا دی جائے۔ مگر

جناب چیئرمین — شکریہ (یعنی وقت ختم ہو گیا)

کھانسی کا حملہ
نزلہ زکام
کا دور
مناسب احتیاط اور سُعالین کے بروقت استعمال سے
ان تکالیف کا تدارک کیا جاسکتا ہے۔ جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ
سُعالین نزلہ، زکام اور کھانسی کا مفید علاج بھی ہے
اور اُن سے بچاؤ کی تدبیر بھی۔
سُعالین
نزلہ، زکام اور کھانسی کی مفید دوا
ہمدرد
Sualin
A HERBAL CURE FOR
نوزو
ناک پھوار
ناک کے ورم، سوزش اور بندش کے لیے مفید
ایک پھوار ناک کھول دیتی ہے
Adarts
HSU-1/80
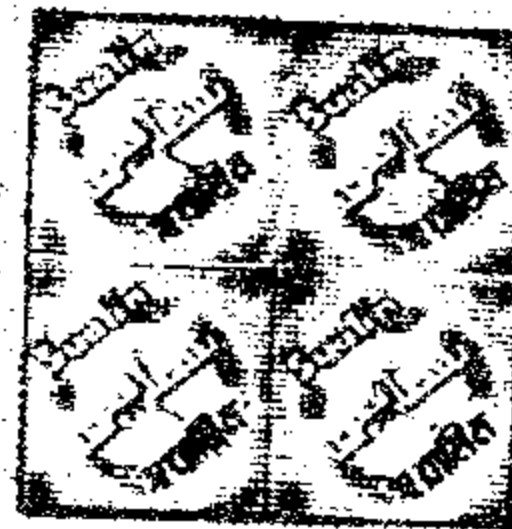
کوشش کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا
ABC
brother
KNITTING MACHINE
SANAULLA
CARPET YARNS
ABC
Cashmiro
BLANKETS
ABC
KNITTING YARNS
ثناء اللہ وولن ملز لمیٹڈ
تیسری منزل پینوراما سینٹر
فاطمہ جناح روڈ، کراچی
فون: ۵۱۶۰۳۵ - ۵۱۶۰۳۳
adcom.126

از حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب
شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی

اسلامی قانونِ شہادت میں خواتین کا کردار

اسلام اور خواتین کی شہادت کے مسئلہ کو بعض لادینی عناصر اور کچھ ماڈرن خیال کے سکالروں نے نہایت بے دردی سے تختۂ مشق بنایا۔ منکرین حدیث، مغرب زدہ طبقہ اور ہمارے بعض فاضل وکلاء کے اخبارات و جرائد میں چھپنے والے ایسے مضامین میں اٹھائے گئے نکات اور غلط تاویلات کی فاضل نامہ نگار مولانا مفتی ولی حسن نے تحقیقی جائزہ لینے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ (س)

دعاوی کے سلسلہ میں اسلام کے قانون اور ضابطہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مدعی جب اپنا دعویٰ قاضی کے سامنے پیش کرتا ہے تو قاضی سب سے پہلے شرائط قبول دعویٰ کی جانچ پڑتال کر کے یہ دیکھتا ہے کہ دعویٰ قبول کرنے کے لائق ہے یا نہیں۔ اگر دعویٰ "لائق قبول" ہوتا ہے تو قاضی سماعت کے لئے دعویٰ قبول کر لیتا ہے۔ تاریخ پیشی پر مدعی اور مدعا علیہ حاضر ہوتے ہیں۔ مدعی دعویٰ پیش کرتا ہے۔ مدعا علیہ اگر اقرار کر لیتا ہے تو مدعی کا دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے۔ مدعی علیہ کے انکار کی صورت میں مدعی سے ثبوت شرعی طلب کیا جاتا ہے۔

ثبوت شرعی کا سب سے مؤثر ذریعہ "شہادت" ہے۔ قرآن کریم نے "شہادت" کی بعض شرائط — گواہوں کی تعداد، دو مرد نہ ہونے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کو معیار ثبوت قرار دیا ہے۔ مدعی علیہ اگر گواہوں پر کوئی اعتراض نہ کرے یا گواہوں کی "عدالت" واضح ہو تو قاضی مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہے۔ ورنہ قاضی گواہوں کا "تزکیہ" کراتا ہے۔ تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ قاضی ان کی "عدالت"، "صلاح" کے بارے میں محلہ یا گاؤں کے معتبر اور قابل وثوق شخص سے ان کی شہرت، دینی حالت، مسجد میں نماز پڑھنے کی کیفیت، کبائر سے پرہیز اور سچائی کی عادت کے متعلق معلومات حاصل کرتا ہے۔ پھر ان معلومات کی روشنی میں مقدمہ کا فیصلہ کرتا ہے۔ اگر گواہ عادل اور صالح قرار پاتے ہیں تو مدعی اپنے دعویٰ میں کامیاب قرار پاتا ہے ورنہ دعویٰ خارج کر دیا جاتا ہے۔

شہادت کے چند مراحل ہیں "تحمل" یعنی واقعہ کے وقت موجود ہو، کسی امر کو دیکھنا یا سننا، "حفظ" دیکھے ہوئے

یا سنے ہوئے امر کو یاد رکھنا۔ "اداء" یعنی جیسے دیکھا تھا یا سنا تھا اسے بلا کم و کاست قاضی کے سامنے بیان کرنا۔

قرآن کریم نے سب سے پہلے تو گواہوں کو یہ ہدایت کی۔

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (البقرہ پ۳) — گواہوں کو جب شہادت کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

یعنی اگر کوئی شخص یا چند اشخاص کسی معاملہ میں گواہ ہیں تو انہیں مدعی کے طلب کرنے پر یا بعض صورتوں میں قاضی کی طلب پر شہادت دینے سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ پیشی کے وقت حاضر ہو جانا چاہیئے۔

دوسری ہدایت قرآن کریم کی طرف سے یہ ہے :-

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (البقرہ پ۳) — شہادت کو مت چھپاؤ اور جو اس کو چھپائے گا تو اس کا دل گناہ گار ہو گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جاننے والا ہے۔

یعنی گواہوں کو دوسری اہم تنبیہ یہ کی کہ جیسا دیکھا ہے یا سنا ہے اسے بلا کم و کاست بیان کر دینا چاہیئے۔ گواہی کو تبدیل کرنے یا اس کو چھپانے سے صرف زبان ہی گناہ گار نہیں ہوگی بلکہ دل جو سارے اعضا کا رئیس اور حیات ظاہری و باطنی کا محور و مرکز ہے گناہ آلود ہو جائے گا۔

دل کو گناہوں سے اس طرح بار بار آلودہ کرنا موتِ قلب کا باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ " بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ بندہ اگر توبہ کرے تو داغ مٹ جاتا ہے ورنہ وہ داغ پھیلتے پھیلتے دوسرے متواتر گناہوں سے مل کر موتِ قلب کا باعث ہو جاتا ہے۔" یہ فرما کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (مطففین پ۳۰) — یہ بات نہیں ہے بلکہ ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے ان کے شامتِ اعمال کی وجہ سے۔

مجھے ڈر ہے اے دل زندہ کہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

پھر گواہی کے اخفا یا تبدیل کرنے میں ایک دوسرا گناہ بھی ہے کہ صاحبِ حق یعنی مدعی کے حق کا ضیاع ہے جو پہلے گناہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اسلام کے نظامِ عدل کا ایک اہم مقصد احیاءِ حقوق ہے۔ یعنی ہر متنفس کی داد رسی اور اس کے ضائع شدہ حقوق میں امداد و تعاون تاکہ حق حقدار کو پہنچے۔ اور غاصب خائب و خاسر ہو۔

قرآن کریم نے گواہوں کے بارے میں مزید ایک شرط یہ بیان فرمائی ہے۔

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (البقرہ پ۳) — ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو

پسندیدہ گواہوں سے کون مراد ہیں۔ "سورہ الطلاق" کی آیت اس کی تشریح کرتی ہے۔

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا

(سورہ الطلاق پ ۲۸)

اور اپنے میں سے دو معتبر گواہ کر لیا کرو اور شہادت کو صحیح اور درست طریقہ پر گواہی کو ادا کرو اللہ کے واسطے۔ اس نصیحت کے مخاطب وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔

یہ آیت کریمہ "سورۃ البقرہ" کی آیت کی شرح کر رہی ہے۔ کہ پسندیدہ گواہ سے مراد عادل گواہ ہیں۔
دوسری ہدایت جو آیت کریمہ دیتی ہے کہ "شہادت" کو صحت اور سچائی سے ادا کیا کرو۔ تغیر و تبدل اور غلط طریقہ سے شہادت دینا اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

(المائدہ پ ۶)

اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کے لئے انصاف کے ساتھ۔ کسی قوم کی دشمنی کی وجہ سے انصاف کو ہرگز مت چھوڑو۔ عدل و انصاف کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے شہادت دینے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ عدل و انصاف کے ساتھ شہادت کے علمبردار بننے کی تلقین کی گئی ہے۔ دشمنی اور عداوت کی صورت میں بھی عدل و انصاف کا دامن نہ چھوڑنے کا حکم دیا گیا۔
آیات مبارکہ کے علاوہ جب احادیث کی طرف آتے ہیں تو کثرت سے اس باب میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔
فقہاء کرام نے ان ہی آیات و احادیث کو سامنے رکھ کر "شہادت" کے مختلف درجات قائم کئے۔ اور احکام منضبط کئے ہیں۔

پہلا درجہ | "زنا اور بدکاری"۔ اس میں چار مردوں کی شہادت معتبر ہوگی۔ عورتوں کی شہادت غیر معتبر ہے اس سلسلہ میں مردوں کی شہادت ضروری ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ　　اور ان پر اپنوں میں سے چار گواہ بناؤ

(النساء پ ۴)

سورۃ النور میں اس کی مزید وضاحت ہے۔

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ　　یہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ جب یہ لوگ اس پر

فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ (النور ۱۳)

چار گواہ نہ لاسکے تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

یہاں "اربعۃ" سے چار مرد گواہ مراد ہیں عورتیں داخل نہیں کیونکہ عدد میں "مذکر" کے لئے "مؤنث" استعمال ہوتا ہے اور "مؤنث" کے لئے "مذکر"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ خیر سے یہ طریقہ جاری ہوا کہ عورتوں کی شہادت حدود میں ناقابل قبول ہوگی۔ محدث کبیر ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا حفص عن حجاج عن الزهري قال مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين من بعده ان لا تجوز شهادة النساء في الحدود

امام زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت یہی ہے کہ عورتوں کی شہادت حدود میں جائز نہیں۔

اسی طرح محدث عبدالرزاق اپنے مصنف میں روایت کرتے ہیں۔

إنّ عليّ ابن ابي طالب قال لا تجوز شهادة النساء في الحدود والدماء

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے

بحوالہ نصب الرایہ للزیلعی ص۹۵

امام شعبی، ابراہیم نخعی، حسن بصری، ضحاک رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں کہ عورتوں کی شہادت حدود اور قصاص میں جائز نہیں ہے۔ ان تمام حضرات کے آثار و اقوال اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ امت کا تعامل اسی پر رہا کہ عورتوں کی شہادت، حدود و قصاص میں جائز نہیں ہے۔ امام ابن شہاب زہری کے اثر میں حضرت صدیق اکبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جو تخصیص ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف ان دونوں حضرات کے نزدیک یہ حکم تھا بعد کے خلفاء اور علماء کے نزدیک یہ حکم نہیں تھا۔ حضرات شیخین کی تخصیص کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام ابن الہمام فرماتے ہیں۔

وتخصيص الخليفتين يعني ابابكر وعمر رضي الله عنهما لانهما اللذان كان معظم تقرير الشرع وطرق الاحكام في زمانهما وبعدهما ما كان من غيرهما الا الاتباع (ايضاً)

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کے اہم احکام ان دونوں حضرات کے زمانہ میں تقریر پذیر ہوئے۔ اور اس کے بعد کے زمانہ میں صرف پیروی اور تقلید رہی۔

"اربعۃ منکم" چار مردوں کے بارے میں نص صریح ہے۔ قرآن حکیم جب سے نازل ہوا ہے سب نے اس سے یہی سمجھا ہے۔

لیکن اب منکرین حدیث کا ٹولہ جو درحقیقت منکر قرآن بھی ہے۔ قرآن کی اس آیت میں عورتوں کو داخل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ حالاں کہ "منکم" کا صیغہ مردوں کے لئے حقیقت ہے اور عورتوں کے لئے مجاز ہے۔ حقیقت اصل ہے مجاز صرف اس وقت لیا جاتا ہے جب حقیقت شرعاً وعرفاً متعذر ہو۔ اور سورہ بقرہ کی آیت نے جب مالی معاملات میں عورتوں کی شہادت، دو مردوں کی شہادت نہ ہونے کی صورت میں قبول کرنے کا حکم دیا۔ تو اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہاں صرف حقیقت مراد ہے۔ مجاز مراد نہیں ہے۔ بلاشبہ قرآن مجید کے بعض خطابات میں عورتیں مردوں کے تابع ہو کر داخل ہوتی ہیں۔ مگر صرف اس وقت جب آیت مطلق ہو اور دوسری جگہ اس کے خلاف قرینہ نہ ہو اور جب یہاں پر دوسری آیت عورتوں کی شہادت کو صرف مالی معاملات، نکاح اور طلاق کے معاملات تک محدود کر رہی ہے تو اس آیت میں عورتیں قطعاً داخل نہیں ہوں گی۔

یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ منکرین حدیث، وفقہ کا یہ ٹولہ جو اجتہاد کا مدعی ہے نہ صرف ونحو، لغت اور اصول فقہ سے واقف ہے اور نہ اصول اجتہاد سے۔ ڈیڑھ سو سال تک انگریزوں کی حکومت کے زیر سایہ یہ حضرات اور ان کے والدین زندگی بسر کرتے رہے۔ انگریزی سکولوں۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے فرنگی زدہ ماحول میں تعلیم حاصل کی۔ سرسید۔ پرویز، غلام احمد عثمانی کی خوشہ چینی کرتے رہے، حدیث رسول سے انکار ان کا شیوہ رہا۔ نہ اجماع امت اور اس کے مراتب کو جانا، نہ قیاس کے طرق اور اس کے ارکان سے واقفیت حاصل کی۔ نہ علت قیاس کی صلاحیت اور نہ عدالت کا عرفان حاصل کیا۔ ساری عمر انگریزی طرز کی عدالتوں کے چکر لگاتے رہے اور اب حضرات چلے ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عبداللہ بن مسعود۔ معاذ بن جبل۔ عائشہ۔ سعید بن المسیب۔ سعید بن جبیر، ابن شہاب زہری، قاضی شریح، عامر شعبی، ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل، صاحب ہدایہ سرخسی ابن الہمام، نووی، ابن قدامہ، رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مقابلہ کرنے کے لئے اور اپنے خود ساختہ اجتہادات سے قرآن کریم پر خامہ فرسائی کرنے کے لئے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

انگریز کا قانون اُن کے رگ وپے میں خون کی طرح گردش کر رہا ہے۔ دستور اور قانون کی تعبیرات کا حق تو ججوں کو دیتے ہیں۔ لیکن قرآن کی تعبیر وتشریح کا حق نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیتے ہیں نہ ان کے صحابہ کبار نہ تابعین عظام اور نہ ائمہ کرام کو۔ حالاں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کریم نازل ہوا ہے اور قرآن کریم کی تصریح کے مطابق قرآن کے مجملات کا بیان اور ان کی وضاحت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرض منصبی ہے۔ صحابہ کرام جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلاواسطہ تلمیذ اور آپ کے انفاس قدسیہ کو جذب کرنے والے، نزول قرآن کے مواقع کا مشاہدہ کرنے والے ان کے نزدیک قرآن مجید کی تشریح وتفسیر کے مستحق نہیں ہیں

اسی طرح تابعین وائمہ جنہوں نے علوم اسلامیہ و دینیہ میں اپنی عمریں فنا کردیں، آزاد فضا میں غلامی اور اس کے آثار سے دور رہ کر قرآن وحدیث پہ غور و فکر کرکے فقہ کے نام سے اس قدر بڑی علمی میراث چھوڑی، ان کے خیال میں اس علمی میراث (فقہ) کو دریا بُرد کرکے شرائط اجتہاد کے بغیر علوم دینیہ وعربیہ سے عاری حضرات کی تحقیق انیق کو حرز جان بنایا جائے۔ یہ حضرات اب بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ قانون شہادت کا مسئلہ، قرآن وحدیث سے بیگانہ اور لارڈ میکالے کی قانونی موشگافیوں سے سرشار ججوں کی عدالتوں میں پیش کیا جائے جن کے مبلغ علم کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ کسی جھگڑے سے عائلی دعوے کا فیصلہ اسلامی قانون وضابطہ کے مطابق ان کی عدالتوں سے نہیں ہوتا۔ کبھی صرف مدعیہ سے حلف نامہ لے کر فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ قضا علی الغائب کے قانون وضابطہ سے ناواقف ہیں۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ عورت کو ایک حلف نامہ داخل کرنے پر خود مختاری دے دی جاتی ہے۔ ان کی عدالتوں میں سو پچاس گواہ ہیں جو ہر مقدمہ میں گواہ ہوتے ہیں جن کو بآسانی پیسوں سے خریدا جاتا ہے۔ وکیل کا دفتر جھوٹے مقدمات بنانے کی فیکٹری ہے۔ اسی لئے یہ لوگ گواہوں کے "تزکیہ" کے مخالف ہیں۔ کیونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ "تزکیہ" سے بہت حد تک حقیقی گواہ اور پیشہ ور گواہوں کے درمیان خط تمیز قائم ہوجائے گا۔

اوپر کی تصریحات اور قرآن مجید کی آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ بدکاری کے مقدمہ میں چار گواہوں کی شرط اجتہادی مسئلہ نہیں بلکہ منصوص من القرآن ہے۔

ایک دلچسپ امر یہ بھی ہے کہ یہ حضرات عبارۃ النص۔ اشارۃ النص۔ دلالۃ النص اور اقتضاء النص کی تعریفات تک سے واقف نہیں ہیں۔ جو قرآن کو سمجھنے کے لیے انتہائی ضروری ہیں۔ حالاں کہ خود ان کے قانون کی تعبیر اور استنباط کے لئے اصول مقرر ہیں جس پر اب کتابیں بھی آگئی ہیں۔

"سورۃ البقرہ" کی آیت کے "اشارۃ النص" سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورتوں کی شہادت اصل نہیں بلکہ بدل ہے۔ امام ابن الہمام فرماتے ہیں۔

ولان فیہ شبھۃ البدلیۃ ولہذا لا تقبل فیھا الشھادۃ علی الشھادۃ وذالک لان قولہ تعالیٰ فان لم یکونا رجلین الایۃ ظاھرۃ انہ لا تقبل شہادتہن الا عند عدم رجال یشھدون وقد روی عن بعض العلماء ذالک فاعتبر حقیقۃ البدلیۃ لکن لما لم یکن ذالک

کیونکہ اس میں بدلیت کا شبہ ہے اس لئے اس میں "شہادۃ علی الشہادۃ" قبول نہیں کی جاتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "اگر دو مرد نہ ہوں" الخ اس سے ظاہر یہی ہے کہ عورتوں کی شہادت مردوں کے نہ ہونے کی صورت میں قبول کی جائے گی۔ اور یہ امر بعض علماء سے مروی ہے اس لئے حقیقت بدلیت کا اعتبار کیا گیا البتہ چونکہ یہ بات اہل اجماع کے نزدیک معمول بہ نہیں ہے (یعنی

معمولاً بہ عند اهل الاجماع نزلت الى شبهة البدلية و الشبهة كالحقيقة فيما يندرئ بالشبهات

(فتح القدیر ج ۶ ص ۶)

چاہئے تو یہ تھا کہ عورتوں کی شہادت مردوں کے ہوتے ہوئے بالکل قبول نہ کی جاتی مگر ایسا نہیں ہے بلکہ مرد کے ساتھ عورتوں کی شہادت قبول ہوتی ہے) تو اس کو شبہ بدلیت قرار دیا گیا اس بنا پر جن مقدمات میں شبہ کا فائدہ دیا جاتا ہے ان میں عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی جاتی۔

کیونکہ اس قسم کے مقدمات میں شبہ بھی حقیقت کی طرح عمل کرتا ہے۔

بات یہ ہے کہ دو قسم کے مقدمات ہیں ایک وہ قسم جن میں شبہ کا فائدہ دیا جاتا ہے جیسے حدود و قصاص کہ ان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ "حدود و قصاص میں شبہ کا فائدہ دو" اس لئے ان میں شبہ بدلیت کی بنا پر عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی جاتی۔ دوسری قسم وہ مقدمات جو باوجود شبہات کے ثابت ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نکاح، طلاق، مالی مقدمات وغیرہ۔ ان میں عورتوں کی شہادت قبول ہو جاتی ہے۔ ان میں شبہ کا فائدہ دینے کا حکم نہیں ہے۔ اس فقہی دقیقہ سنجی کو نہ سطحی ذہن قبول کرتا ہے اور نہ اس کی بلندیوں کا علوم عربیہ و دینیہ سے عاری ذہن ادراک کر سکتا ہے۔

عبدالقادر عودہ نے بالکل صحیح لکھا ہے۔

" رومن لا جب بلند ہوتا ہے تو فقہا کے معمولی مسئلہ کے برابر بھی نہیں ہوتا اور جب فقہ اپنی بلندیوں پر پہنچ کر بام عروج کے دائرہ میں داخل ہوتی ہے تو قانون کے خوگر اُس کے ادراک سے عاجز ہو جاتے ہیں" فَرَحِمَ اللّٰہُ مَنْ اَنْصَفَ۔

دوسرا درجہ | دوسرا درجہ شہادت کا بدکاری کے علاوہ دوسرے حدود و قصاص ہیں ان میں بھی عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی جاتی اس کی وجوہات پچھلی سطور میں بیان کی جا چکی ہیں۔

تیسرا درجہ | تیسرا درجہ نکاح، طلاق کے مقدمات اور دوسرے مالی مقدمات ہیں کہ ان میں عورتوں کی شہادت اس طرح قبول کی جاتی ہے کہ ایک مرد کے ساتھ دو عورتیں ہوں۔ اس سلسلہ میں " سورہ البقرہ " کی آیت نص صریح ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نکاح و طلاق کے مقدمات میں بھی عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی جاتی۔ صاحب ہدایہ نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل دلیل دی ہے۔

نقصان عقل، اختلال ضبط، قصور ولایت۔ اس کے جواب میں صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ ان میں مشاہدہ، ضبط، ادا۔ تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے نکاح، طلاق وغیرہ میں ان کی شہادت قبول کر لی جاتی ہے۔

ہدایہ کی اسی دلیل کو عمر احمد عثمانی نے " فقہ القرآن " میں بلاحوالہ نقل کیا ہے۔ ایم۔ آر۔ ڈی والوں کا پہلا بیان

جو اخبار میں شائع ہوا تھا اس میں "فقہ القرآن" سے ہی نقل کیا گیا تھا لیکن یہ خیانت کی کہ ہدایہ کی پوری دلیل نقل نہیں کی۔ ہدایہ میں تو یہ بھی مذکور ہے۔

و نقصان الضبط بزیادۃ النسیان انجبر بضم الاخری فلم یبق بعد ذالك الا الشبهة فلذا لا تقبل فیما یندرئ بالشبهات وهذہ الحقوق تثبت مع الشبهات (هدایہ ج ۳ ص ۱۵۵)	زیادہ بھولنے کی وجہ سے جو ضبط کی کمی تھی وہ دوسری عورت کے ملانے سے پوری ہو گئی اب اس کے بعد صرف شبہ باقی رہ گیا اسی لئے عورتوں کی شہادت شبہ کا فائدہ دئے جانے والے مقدمات میں قبول نہیں ہوتی۔ نکاح، طلاق یہ ایسے معاملات ہیں جن میں شبہ کا فائدہ نہیں دیا جاتا۔

"سورۃ البقرہ" کی آیت کریمہ نص قطعی ہے۔ تعجب ہے کہ اس آیت قرآن کا انکار کرکے اور اس میں غلط تاویل کرکے کس طرح ایک شخص ایمان بالقرآن کا دعویٰ کر سکتا ہے بخصوصاً اس وقت جب کہ جمہور امت کا اس پر اتفاق و اجماع بھی ہوا اور اسلام کے ہر دور میں اس پر تعامل و تواراث بھی ہو۔

پہلے آیت کریمہ کو سامنے رکھئے۔

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ (سورۃ بقرہ پ ۳)	اور گواہ کرو دو مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جو پسندیدہ ہوں کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلائے۔

امام ابوبکر جصاص رازیؒ نے اس مسئلہ پر کوئی اختلاف نقل نہیں کیا بلکہ اتفاق نقل کیا ہے۔ "تذکیہ شہود" پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے اسے قرآن کریم کی آیات سے ثابت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو احکام القرآن جلد ا ص ۵۰۶)

شیخ ابوبکر ابن العربیؒ نے اس آیت پر بڑی عمدہ بحث کی ہے انہوں نے بھی کوئی اختلاف نقل نہیں کیا بلکہ بعض اشکالات کے جوابات بھی دئیے۔

ایک اشکال یہ ہو سکتا تھا کہ ایک ہی عورت پر اکتفا کیا جانا چاہئے کیونکہ بھولنے کی صورت میں اس کے ساتھ جو مرد ہے وہ اسے یاد دلا دیتا۔ اس کا جواب الٰہی کے الفاظ میں سنئے۔

فالجواب فیه ان الله سبحانه شرع ما اراد وهو اعلم بالحکمة واوفیٰ بالمصلحة	اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے شریعت نازل کرتا ہے مخلوق حکمت کے وجوہ اور احکام کی

ولیس یلزم ان یعلم الخلق وجود الحکمۃ و انواع المصالح فی الاحکام وقد اشار علمائنا انہ لو ذکرھا اذا نسیت لکانت شہادۃ واحدۃ فاذا کانت امرأتین و ذکرت احداھما کانت شہادتہما شہادۃ رجل واحد کالرجل یستذکر فی نفسہ فیتذکر۔

(احکام القرآن ابن عربی ج ۱ ص ۲۵۵)

مصلحتیں نہیں جانتی۔ ہمارے علماء نے اشارہ کیا ہے کہ ایک عورت کی صورت میں اگر مرد یاد دلائے تو عورت کی شہادت معتبر نہیں ہوگی یہ ایک مرد کی شہادت ہی شمار ہوگی۔ جب دو عورتوں کی صورت میں ایک دوسری کو یاد دلائے تب دونوں کی شہادت ایک مرد کی طرح معتبر ہوگی جیسے ایک شخص اپنے دل میں شہادت کو یاد کرے اور شہادت یاد آجائے۔

"مسئلہ السابعۃ وعشرون" کے عنوان سے ایک اور نفیس بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:-

آیت کریمہ میں لفظ" احداھما" کو مکرر کیوں کیا۔" ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخری" فرمادیتے۔ اس کا جواب دیا اگر ایسا ہوتا تو صرف ایک عورت کی شہادت ہوتی۔ اسی طرح " فتذکرھا الاخری" تو بیان ایک ہی طرف سے ہوتا کیونکہ یاد رکھنے والی کو یاد دلا دیتی۔" احداہما" کے تکرار سے یہ فائدہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کو بتائیں۔ شہادت کے کچھ حصہ کو ایک یاد دلائے اور کچھ حصہ دوسری یاد دلائے یعنی دونوں ایک دوسرے کو یاد دلائیں۔

مطلب یہ ہے کہ دونوں عورتیں مل کر ایک مرد کے برابر ہوں گی ایسا نہیں ہے کہ ایک عورت اصل ہو اور دوسری عورت تابع و مہمل ہو جیسی طرح یہ حضرات سمجھ رہے ہیں۔

امام شافعیؒ کی والدہ کا واقعہ جس کو ایک صاحب نے اپنے انٹرویو میں نقل کیا ہے وہ اسی کا مؤید ہے کہ "قاضی نے امام شافعیؒ کی والدہ کو الگ بیان لینے کے لئے بلایا لیکن موصوفہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی ساتھی عورت کو ساتھ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے میں بیان دیتے وقت اسے ساتھ رکھوں گی۔ آپ کو میرا یہ حق سلب کرنے کا حق نہیں ہے۔

انہی صاحب نے اپنے انٹرویو میں یہ تاثر دینے کی بھی کوشش کی ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے حالاں کہ یہ مسئلہ "قطعی الثبوت" اور "قطعی الدلالت" ہے اور اس قسم کے مسائل میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی جلد ۱۳ ص ۶۲ پر ہے۔

و اتفقوا علی قبول شہادۃ النساء مع الرجال فی الاموال اخذاً من ھذہ الایۃ

تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ عورتوں کی شہادت مردوں کے ساتھ مالی مقدمات میں اس آیت کی وجہ سے قبول کی جائے گی۔

انٹرویو محولہ بالا میں یہ بھی تاثر دیا گیا ہے کہ عورتوں کی شہادت کا مسئلہ شروع میں بھی مختلف فیہ رہا ہے اس سلسلہ میں "مصنف عبدالرزاق" کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۲۹ پر ایک باب ملتا ہے

"باب هل تجوز شهادة النساء مع الرجال فی الحدود وغیرہ"
پورے باب کے پڑھنے سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ تنہا عورتوں کی گواہی مرد کے بغیر عام مقدمات میں قبول نہیں کی جائے گی۔ نکاح، طلاق، عتق اس قسم کے مسائل میں عورتوں کی شہادت قبول کی جائے گی۔ دوسرے اقوال اس قسم کے بھی ملتے ہیں۔ کہ طلاق میں قبول نہیں کی جائے گی۔

حدود اور زنا کے بارے میں ایک دو شاذ قول ملتے ہیں۔ ایک قول کے بعد "و" را یا منہ" (یہ صرف ان کی رائے ہے) کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ تنہا عورتوں کی شہادت کے بارے میں کوئی شاذ قول بھی نہیں ہے۔ بلکہ مصحح اور صاحب تعلیق کی طرف سے ابن حجر عسقلانی کا یہ قول بھی قابلِ ملاحظہ ہے۔

عن ابن المنذر اجمع العلماء علی القول بظاهر هذه الآیة۔ فاجازوا شهادة النساء مع الرجال وخص الجمهور ذالک بالدیون والاموال وقالوا لا تجوز شهادتهن فی الحدود والقصاص واختلفوا فی النکاح والطلاق والنسب والولاء فمنعها الجمهور واجازه الکوفیون (الفتح ۵ ص ۱۶۸ بحوالہ حاشیہ مصنف عبدالرزاق ۸ ص ۳۲۹)

ابن المنذر نے اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے سب نے اتفاق کیا ہے۔ کہ عورتوں کی شہادت مردوں کے ساتھ جائز ہے۔ جمہور اسے دیون اور اموال کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ اسی طرح سب کا اتفاق ہے۔ کہ عورتوں کی شہادت حدود و قصاص میں جائز نہیں ہے۔ نکاح، طلاق، نسب، ولا وغیرہ میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔ مگر کوفیوں کے نزدیک جائز ہے۔

انٹرویونگار نے یہ بھی تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ "اخبار القضاۃ" میں قاضی شریح کے تذکرہ میں تحریر ہے کہ موصوف نے تنہا عورت کی گواہی قبول کی۔ یہ بات بھی غلط ہے۔

کتاب مذکور ص ۲۳۴ جلد ۲ پر مشہور تابعی مسروق اور شریح کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ دونوں تنہا عورتوں کی شہادت، بچہ کی پیدائش کے وقت اس کی زندگی و موت کے متعلق قبول کرتے تھے۔ اور ان کی یہ شہادت جائز قرار دیتے تھے۔ یہ شہادت، کا چوتھا درجہ ہے جس میں عورتوں کی تنہا شہادت قبول کی جاتی ہے۔

دوسرا مسئلہ شاید یہ ہو۔

عن محمد ان رجلین اختصما الی شریح وادعیا شهادة امراة ورضیا بقولها وارسل الیها وجیئ بها فسالها فقضی بینهما بقولها (اخبار القضاۃ ج ۲ ص ۳۵۹)

دو شخصوں نے شریح کے ہاں دعویٰ دائر کیا اور دونوں نے ایک عورت کی شہادت کا دعویٰ کیا دونوں نے اس پر رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ عورت کو بلایا گیا اس کا بیان لیا گیا اور اس کے بیان پر فیصلہ کیا گیا۔

یہ دعویٰ کی صورت ہی نہیں بلکہ تحکیم کی صورت ہے۔ دوسرے یہ کہ مدعی اور مدعی علیہ اس کے بیان پر متفق تھے۔ یہ نزاعی مقدمہ کا واقعہ ہی نہیں ہے۔ اگر مدعی علیہ انکار کرتا پھر عورت کی شہادت پر فیصلہ کیا جاتا تب تو کچھ دلیل بنتی۔

چوتھا درجہ | شہادت کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ عورتوں کے مخصوص معاملات کے متعلق کوئی امر ہو تو اس میں تنہا عورت کی شہادت قبول کی جاتی ہے اس کی تفصیل کتابوں میں موجود ہے۔

اصل میں شہادت کا مسئلہ امت میں متفقہ مسئلہ تھا جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ سب سے پہلے منکر قرآن و حدیث غلام احمد پرویز نے "مطالب الفرقان" میں اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کی۔ اس کے خوشہ چین "عمر احمد عثمانی" نے "فقہ القرآن" میں اس پر بحث کی۔ حالاں کہ عمر احمد عثمانی اپنے والد ماجد کی زندگی میں غلام احمد پرویز سے ظاہری علیحدگی کر چکے تھے لیکن

تشابہ کلنا ہما بخلاد

کے مصداق تھے۔ "فقہ القرآن" میں اس شخص نے قربانی کا انکار کیا۔ طلاق رجعی کا انکار کیا۔ نابالغ کے نکاح کو ناجائز قرار دیا۔ کھانے پینے سے اگر کوئی قصداً روزہ توڑ دے تو ان کے نزدیک اس پر کفارہ واجب نہیں ہے۔ طلوع فجر کے بعد تک اگر کوئی کھاتا پیتا رہے تو اس کے باوجود اس کا روزہ ہو جائے گا۔ حج کے موقع پر انگریزی بال حلق و قصر کے قائم مقام ہیں۔ عورتوں پر جمعہ کی نماز (جناب عمر احمد عثمانی کی اقتدار میں فرض ہے) عیدین کی نماز کا بھی یہی حکم ہے۔ تعدد ازواج کا منکر ہے۔ عورت تمام امور میں قاضی بن سکتی ہے۔ پردہ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے جمعہ کی تعطیل قرآن کے منافی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

اب ہم عمر احمد کے والد ماجد جن کے نام یہ کتاب معنون کی گئی ہے کی اعلاء السنن سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔

ثم قوله تعالیٰ فان لم یکونا رجلین فرجل و امراتان یدل علی ان المرئتین مثل رجل واحد فی الشهادة وما ینبغی ان یقبل فیه شهادة الرجل ینبغی ان یقبل فیه شهادة المرئتین الا انه خص منه الحدود و القصاص بالاجماع لان فیه شبهة البدلیة والحدود والقصاص یؤثر فیه الشبهة فلا یقبل شهادتهن فیها بخلاف غیر الحدود القصاص لانه لا

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں" اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ دو عورتیں شہادت میں ایک مرد کے برابر ہیں تو جن معاملات میں ایک مرد کی گواہی قبول ہوتی ہے ان میں دو عورتوں کی گواہی قبول ہونی چاہیئے مگر اس قانون سے بالاجماع حدود و قصاص مستثنیٰ ہیں کیونکہ اس میں شبہ بدلیت ہے اور چونکہ حدود و قصاص میں شبہ اثر کرتا ہے اس لیے ان کی گواہی قبول نہیں ہو گی بخلاف حدود و قصاص کے علاوہ دیگر معاملات کے ان میں

یؤثر فیہ الشبھۃ فتقبل فیہ شہادتھن
ص ۱۷۳ جلد ۱۵

چونکہ شبہ اثر نہیں کرتا اس لئے ان معاملات میں ان کی گواہی کرلی جائے گی۔

یہ حضرات حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہ اور دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی روایات واخبار سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ خبر و شہادت میں فرق نہیں سمجھتے۔ شہادت اور خبر میں فرق سمجھنے کے لئے یہ حضرات تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۳۰ من الامور المہمۃ تحریر الفرق بین الروایۃ والشہادۃ الخ دیکھ لیں تو بہتر ہوگا۔ باقی ایسی صورتوں میں جس میں صرف عورتیں شہادت دینے والی ہوں اگر وہ اتنی کثیر عورتیں ہوں جو تواتر کی حد تک پہنچ جائیں تو قاضی خبر متواتر پر فیصلہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح قرائن تو یہ پر فیصلہ کے احکام "معین الحکام" ص ۱۵۰ سے ۱۱۶ پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ ایم آر ڈی والوں نے عورتوں سے ووٹ حاصل کرنے کے لئے اور موجودہ حکومت سے اپنی جنگ جاری رکھنے کے لئے بیان دیا تھا۔ اس کا جواب جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے علماء کی طرف سے بروقت دے دیا گیا تھا اور اس میں مراتب الاجماع لابن حزم اندلسی کے حوالے سے بھی لکھا گیا تھا کہ یہ مسئلہ نص قطعی سے ثابت ہے اس پر پوری امت کا اجماع ہے اور یہ ان اجماعی مسائل میں سے ہے جن کا منکر کافر ہے۔ اب اس مسئلہ پر وکلاء اور جج صاحبان خامہ فرسائی کرتے ہیں وہ صرف اس لئے ہے کہ شروع سے وکلاء اور جج صاحبان اسلامی قانون اور اس کے نفاذ کے مخالف بلکہ مدمقابل رہے ہیں اور یہ مسئلہ تحقیق اینق کا مسئلہ نہیں بلکہ تشکیک کا مسئلہ ہے۔

آخر میں ہم ان حضرات کی بصیرت کے لئے جس کی امید نہیں ہے، امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اکفار الملحدین سے چند سطور نقل کرتے ہیں۔

وقع الاجماع من علماء الدین علی تکفیر کل من دافع نص الکتاب او خص و نازع فیما جاء صریحاً فی القرآن کبعض الباطنیۃ الذین یدعون لہا معان اخر غیر ظاھرھا (ص ۵۹)

علماء دین کا اجماع ہے ایسے شخص کی تکفیر پر جو کتاب اللہ کی نص صریح کا انکار کرے جو قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اس کو نہ ماننا یا اس میں اختلاف کرنا قرآن کریم کے انکار کے مترادف ہے جیسے بعض باطنیہ جو قرآن کے ظاہری معنی چھوڑ کر دوسرے معنی لیتے ہیں۔

جدید مرتب کردہ قانون شہادت دستور کے عین مطابق ہے کیونکہ دستور میں قرآن و سنت کو ماخذ قانون قرار دیا گیا ہے دستور کے مطابق منکرین قرآن و سنت کو اس سلسلہ میں گفتگو کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ پہلے وہ اپنا عقیدہ قرآن و سنت کے بارے میں درست کریں۔ توبہ کے بعد تجدید ایمان کریں تاکہ دستور کے مطابق وہ اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کے اہل ہوں پھر گفتگو کریں۔ ورنہ انہیں کسی بھی دینی مسئلہ میں دخل اندازی کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ یہ چند سطور ہم نے اس لئے لکھ دی ہیں ؏ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات ۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

دُنیا کی مظلوم مسلم اقلیتیں

چشم دید رپورٹ

تنزانیہ میں مسلمانوں کی حالتِ زار

اِسلامی دُنیا کے لئے لمحۂ فکریہ

تنزانیہ میں اسلام و مسلمانوں کے حالات - مسائل - مشکلات اور ضروریات کے بارے میں ایک تفصیلی جائزہ جو کہ میں نے حالیہ مشرقی افریقہ کے دورے کے بعد مرتب کیا ہے "الحق" کے لئے ارسال ہے۔ محمد سمیع اللہ

رقبہ اور آبادی | مشرقی افریقہ کے تین ممالک کینیا - یوگنڈا اور تنزانیہ ہیں - تنزانیہ سب سے بڑا ملک ہے یہ براعظم افریقہ کے مشرقی ساحل پر واقع ہے - اس کے شمال میں کینیا اور جھیل وکٹوریہ، شمال مغرب میں یوگنڈا مغرب میں جھیل ٹانگانیکا اور زائرے، جنوب میں زمبیا اور ملاوی - جنوب مشرق میں موزمبیق اور مشرق میں بحیرۂ عرب واقع ہے۔

۱۹۷۹ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق تنزانیہ کی آبادی ایک کروڑ ستر لاکھ ہے جس میں سے ۹۰ فیصد مختلف نسلوں کے افریقی ہیں اور باقی ۱۰ فیصد ایشیائی عرب اور یورپی اقوام ہیں۔

مردم شماری کے اعداد و شمار مذہبی لحاظ سے کوئی اطلاع بہم نہیں پہنچاتے۔ ۱۹۶۷ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق کل آبادی کا ۶۰ سے ۷۰ فیصد کا حصہ مسلمانوں پر مشتمل تھا - ۱۹۷۸ء کی مردم شماری میں مذہبی لحاظ سے اعداد و شمار جمع ہی نہیں کئے گئے - تاکہ مسلمانوں میں اپنی اہمیت کا شعور اور طاقت کا احساس نہ پیدا ہو چنانچہ آبادی کی اکثریت پر مشتمل ہونے کے باوجود وہ سیاسی لحاظ سے پس منظر میں ہیں لیکن ۱۹۸۰ء میں وزارت اطلاعات و ثقافت کے جاری کردہ بیان کے مطابق مسلمان ۷۰ فیصد ہیں - دوسرے نمبر پر عیسائی ہیں جن کی اکثریت رومن کیتھولک ہے۔

مسلم اکثریت کے علاقے | تنزانیہ میں لینڈ کے ارد گرد پانچوں جزیروں میں سو فیصد مسلمانوں کی اکثریت ہے یہ پانچ جزیرے زنجبار۔ پمبا۔ مافیا۔ کلوا کسی وانی اور کلوا کونجی ہیں۔ دیگر علاقے وہ ہیں جو شمال سے جنوب تک ساحل کے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔ ان میں ٹانگا کا علاقہ ٹانگا کے شمالی علاقے۔ دارالسلام کے شمال میں واقع ساداتی، لنڈی اور کلوا کے اضلاع۔ ناچین گوویا کا ضلع اور رموما کے علاقے شامل ہیں۔ مسلمانوں کے خاندان مندرجہ ذیل قبائل میں پائے جاتے ہیں۔ زگنا۔ دیگو۔ لوگورو۔ زرامو۔ متیمبی۔ کوتو۔ گنڈو۔ ماجنگا۔ تنزانوی۔ ماکنڈے اور یاؤ۔ تنزانیہ کے مغرب سے لے کر مشرق تک مرکزی اور ریلوے لائن کے ارد گرد مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

جہاں تک شہروں کا تعلق ہے مندرجہ ذیل شہروں میں مسلمانوں کی گنجان آبادیاں پائی جاتی ہیں۔ دارالسلام شہر۔ کلوسا۔ موروگورو۔ دودوما۔ ٹانگا۔ من پونی۔ اتوکی۔ تبورا۔ ارسو۔ کلی وا۔ پودن زا۔ گرو کا۔ اور تحصیل ٹانگا نیکا کے ساحلوں پر انتہائی مغرب میں یوجی جی۔

تقریباً ضلعی اور علاقائی صدر مقامات میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ مثلاً سنگی دا۔ کمبا ما۔ مون زا۔ بکوبا۔ کاتی گوما۔ یوجی جی۔ صبنیلا۔ کندوا۔ شن ین گا۔ موشی۔ موروگورو۔ کلوسا۔ کورک وے۔ ہندینی۔ کوم بوائی اور ارنگا۔ ان اعداد و شمار سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ تنزانیہ کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ بیس میں سے تیرہ علاقے (REGIONS) مسلمانوں کے ہیں۔

ورود اسلام کی مختصر تاریخ | ۹۵۰ء ہی سے ساحلوں پر مسلمان تاجروں کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ مشرقی افریقہ آنے والے مسلمانوں کا تعلق حضرموت سے تھا۔ اس کے بعد عمانی عرب آئے جنہوں نے زنجبار۔ کلوا۔ مافیا اور دیا کا مرپو میں مختصر نو آبادیاں قائم کیں۔ عمانی حکمرانوں کے بعد جب شیوازی سے تعلق رکھنے والے سعید بن سلطان نے زنجبار پر توجہ مبذول کی (۱۸۴۰ء) اور وہاں اپنی حکومت قائم کی تو اسلام کو مزید تقویت پہنچی۔ اور اندرون ملک لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ شیرازی اور بنتو کی مختلف مسلمان آبادیوں اور حضرموت کے عربوں کے باہمی ارتباط کی وجہ سے سواحلی زبان اور کلچر وجود میں آئے۔ عرب اور سواحلی مشترکہ اثر و نفوذ اندرون ملک میں سترہویں صدی ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ زیورات اور کپڑوں کے بدلے ہاتھی دانت وغیرہ عام ہونے لگی۔ اس اثنا میں جب کہ ساحلی آبادیوں میں اضافہ ہو رہا تھا بہت سے افریقیوں نے جن میں زیادہ تر بنتو تھے اسلام قبول کر لیا۔

اسلام کی اشاعت ابتدا میں زیادہ تر عمان اور حضرموت کے عربوں کے ساتھ انفرادی روابط کی وجہ سے ہوئی۔ بعد میں ساحلوں پر آباد سواحلی لوگوں نے اسلام کی تبلیغ میں اہم کردار ادا کیا۔

پھر یورپ سے عیسائی مشنری آ گئے۔ انہوں نے عیسائیت کی تبلیغ اور تعلیم شروع کر دی۔ انہوں نے مختلف امدادی کاموں کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کیا۔ گرجے، ہسپتال، سکول اور لائبریریاں قائم کیں۔

بڑے بڑے فارم بنائے۔ لوگوں کو زراعت اور کاشتکاری کے بہتر طریقے سکھائے۔ انہوں نے قبائل کے درمیان امن و امان قائم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ درحقیقت عیسائی مشنریوں نے ملک کی مادی ترقی میں خاصا حصہ لیا۔ کچھ مسلمانوں نے عیسائی سکولوں میں کنڈرگارٹن سے لے کر سکنڈری سطح تک دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس میں مضر تعلیمی اثرات اور پروپیگنڈے کی وجہ سے ان کا اسلامی تشخص مجروح ہوا۔

مسلمانوں کی موجودہ تعلیمی صورت حال مذہبی اور دنیاوی نقطۂ نظر سے

تنزانیہ میں نظام تعلیم کا زور دنیاوی (سیکولر) تعلیم پر ہے اور مذہب کو مختلف مذہبی تنظیموں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اس طرح دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے مسلمان بہت پسماندہ ہیں جب کہ ملک کی آبادی میں مسلمان ستر فیصد سے کم نہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کا بھی کوئی باقاعدہ انتظام نہیں۔ سوائے ان چند ابتدائی سکولوں کے جہاں قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی ہے۔

بہت سے مسلمانوں کے شہروں میں چھوٹے بچے قرآنی مدارس میں سواحلی زبان میں پڑھتے ہیں۔ ان مدارس کو چدر ([illegible]) کہا جاتا ہے۔ تقریباً چھ مہینوں میں وہ عربی کے حروف تہجی اور آخری پارے کی سورتیں یاد کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد اسلامیات پڑھی جاتی ہے جس میں نماز، روزہ، خطبات جمعہ عیدین وغیرہ کے مسائل پر زور دیا جاتا ہے۔ لیکن عموماً عربی زبان کی تعلیم نہیں دی جاتی اور نہ ہی اسلامی تاریخ۔ چار اماموں کی فقہ اور دوسرے اہم اسلامی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔

تاہم ملک میں کچھ ایسے مدارس ہیں جن میں ثانوی سطح تک اسلامیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ مدارس مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ دارالسلام میں مصری حکومت کا ۱۹۶۶ء میں قائم کردہ اسلامی مرکز۔ اس کی تنظیمی اور انتظامی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

۲۔ انتہائی مغرب میں یوجی جی۔ کائی گوما میں غزالی مسلم سکول، یہ ۱۹۵۲ء میں قائم ہوا تھا کچھ مخیر مسلمان اسے چلا رہے ہیں اس مدرسہ سے کافی امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

۳۔ بوکوبا (شمال مغرب) میں کٹوڑ مسلم سکول۔ یہ بھی انفرادی سطح پر شیوخ حضرات چلا رہے ہیں یہ اگرچہ چھوٹا سکول ہے لیکن قابل تعریف انداز میں چلایا جا رہا ہے۔

۴۔ ٹانگا مسلم سکول۔ یہ ایک معروف مدرسہ ہے اس نے بہت سے لائق طلبہ پیدا کئے ہیں تاہم صحیح تنظیم کی کمی ہے۔

۵۔ کنڈوا مسلم سکول۔ تبلیغی جماعت کے چند سرگرم حضرات نے حال ہی میں یہ سکول قائم کیا ہے۔ لیکن یہاں مناسب مالی ذرائع ہیں نہ صحیح اساتذہ ہی میسر ہیں۔

۶۔ "الحرمین" (پوسٹ بکس نمبر ۲۱۴۳۲ دارالسلام) کے نام سے سعودی عرب کی مالی امداد سے ایک نیا مدرسہ

قائم کیا جا رہا ہے جس میں اعلیٰ سطح پر اسلام کی تعلیم دی جائے گی اس نے ۱۹۸۲ء تک مکمل ہو جانا تھا۔ تنزانیہ کے مسلمانوں کی اعلیٰ اسلامی تعلیم کی ضروریات بہت حد تک اس سے پوری ہو جائیں گی۔ اگر اس جامع نے صحیح نہج پر کام شروع کر دیا۔

اس کے علاوہ کئی دیگر مدارس ہیں جنہیں شیوخ حضرات انفرادی سطح پر اپنے اپنے گھروں میں چلا رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت ملک میں تقریباً پانچ سو مکاتب ہیں۔ ان میں بہت سے ابھی محض ابتدائی مراحل طے کر رہے ہیں۔

چونکہ تنزانیہ ایک اسلامی ملک نہیں ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان ہر شعبے میں خواہ وہ مذہبی یا سیکولر۔ معتدبہ علم حاصل کریں۔ ملک میں اسلام کی تعلیم تبلیغ اور پروپیگنڈے کے لئے اور دیگر مذاہب اور اسلام کے درمیان ایک توازن قائم کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔

تعلیمی اور سیاسی پسماندگی | تمام تعلیمی اداروں میں بالخصوص اعلیٰ تعلیم کے میدان میں مسلمان اقلیتی حیثیت میں ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریتی حیثیت (۸۰٪) فقط پرائمری سکولوں میں ہے۔ لیکن جوں جوں اوپر جائیں یہ تناسب کم پڑتا جاتا ہے۔ ثانوی سکولوں میں تناسب کم ہو کر ۱۵ سے ۲۰ فی صد رہ جاتا ہے۔ اور یونیورسٹی کی سطح تک پہنچتے پہنچتے فقط ۵ فیصد رہ جاتا ہے۔ یہ صورت حال ازحد افسوسناک ہے۔

یورپ کے عیسائی مشنری آئے تو ساتھ ہی لادینی (سیکولر) نظام تعلیم بھی آیا۔ یہ مشنری فطری طور پر اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ چنانچہ سیکولر تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک مسلمان کو لامحالہ اپنا مذہب بالائے طاق رکھنا پڑتا تھا۔

آزادی کی تحریک چلی تو استعمار کو شکست دینے کے لئے کچھ عیسائی بھی مسلمانوں کے ساتھ آملے۔ ۱۹۶۱ء میں آزادی حاصل ہو گئی چونکہ تعلیم کے شعبے میں مسلمان عیسائیوں سے پیچھے تھے اس لئے موخرالذکر حکومت پر چھا گئے ۱۹۷۱ء سے لے کر اب تک حکومت اور پارٹی کی دو تہائی سے زیادہ آسامیوں پر عیسائیوں کی اجارہ داری ہے۔ دفاتر اور دوسرے اداروں میں مسلمانوں کی اکثریت زیریں طبقات پر مشتمل ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر سیاسی طور پر مسلمانوں کے پاس کوئی طاقت نہیں۔ اگر کہیں کسی کونے کھدرے میں مسلمان نظر آ بھی جائیں تو وہ محض نام کے مسلمان ہوتے ہیں عمل کے لحاظ سے ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کی زبوں حالی | بہت کم مسلمان ایسے ہیں جو اسلامی تشخص کو برقرار رکھے ہوئے ہیں یہ زیادہ تر شیوخ ہیں۔ اور عام طور پر ساحلی علاقوں میں ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ عام مسلمانوں میں سے کچھ، بڑے قصبات

میں پنج گانہ نماز ادا کرتے ہیں ۔ اور جمعہ کی نماز کا بھی اہتمام کرتے ہیں ۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جو ربیع الاول کے مہینے میں میلاد مناتے ہیں ۔ اور خاص طور پر نئے تعمیر شدہ مکان کے افتتاح کے وقت ۔ نومولود بچے کا سر منڈاتے وقت یا نکاح کی رسم ادا کرتے وقت کچھ رسوم مناتے ہیں ۔ اکثر مسلمان مرد مسلمان عورتوں سے شادی کرتے ہیں لیکن کچھ بالخصوص جدید تعلیم یافتہ مسلمان غیر مسلم لڑکیوں سے بھی شادی کر لیتے ہیں ۔ اس صورت میں شادی جج یا ایریا کمشنر کی عدالت سے طے پاتی ہے جو سرکاری ملازم ہوتا ہے ۔ اور ضروری نہیں کہ مسلمان ہی ہو ۔ مہر کی رقم خاصی بڑی ہوتی ہے اور عام طور پر دلہن کے والدین کو ادا کی جاتی ہے ۔ مسلمان مرد عام طور پر پتلون قمیص پہنتے ہیں ۔ ٹوپی کا استعمال بہت کم ہے ۔ لیکن جمعہ کے دن " کنزو " قسم کا سفید لباس اکثر دیکھنے میں آتا ہے ۔ یہ لمبے گاؤن اور لمبے بازوؤں پر مشتمل ہوتا ہے ۔ معمر مسلمان یہی لباس پہنتے ہیں ۔

مسلمان عورتیں " خانگا " پہنتی ہیں اور عام طور پر برہنہ سر رہتی ہیں ۔ کبھی کبھی تو قمیص صرف گھٹنوں تک آتی ہے ۔ صرف ساحلی شہروں میں اور اندرون ملک کے چند قصبات میں سیاہ رنگ کا نقاب پہنا جاتا ہے ۔ مسلمان اور عیسائی مرد آپس میں گھلے ملے ہوتے ہیں ۔ بالکل مسلمان اور عیسائی خواتین کی طرح ۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ تقریباً ایک سو سال سے مسلمان اور عیسائی اکٹھے رہ رہے ہیں ۔ بعض قبائل میں دلچسپ صورت حال دیکھنے میں آتی ہے ۔ دونوں مذاہب ، خاندان میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں ماں باپ مسلمان ہیں تو چچا چچی عیسائی ۔

شہری علاقوں میں ، دیہات کی نسبت طلاق کا رواج زیادہ ہے ۔ غیر مسلموں میں بغیر نکاح کے زندگی گذارنے کا عام رواج ہے کئی کئی سال بغیر نکاح کے رہا جا سکتا ہے ۔ یہاں تک کہ چار یا پانچ بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں ۔ بعض مسلمان بھی اس سے استثنا نہیں ۔

متمول مسلمان مردوں میں تعدد ازدواج بھی عام ہے ۔ فی الحقیقت بہت سے مسلمانوں کی زندگی میں اسلام کا اثر محض سطحی ہے ۔ اسلامی اصولوں کی حقیقی پیروی کم ہے ۔ پنج گانہ نماز عام بالکل نہیں ۔ شہروں میں پنج گانہ نماز اگر ہوتی بھی ہے تو مشکل سے سو کے لگ بھگ نمازی جمع ہوتے ہیں ۔ جہاں تک دیہاتی طاقتوں کا تعلق ہے رمضان کے ساتھ ہی نماز بھی ختم ہو جاتی ہے ۔ بالکل رمضان کے مقدس مہینے کے دوران بھی تراویح کی نماز پابندی سے نہیں ادا کی جاتی ۔ ہاں عشاء کی نماز کا کچھ التزام ہو جاتا ہے ۔

بہت کم مسلمان زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اس میں چنداں تعجب کی بات نہیں اگر اکثر کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ زکوٰۃ ہے کیا ؟ اس کی اہمیت کیا ہے ؟ اسلامی معاشرے میں اس کی کیا ضرورت ہے ۔ زکوٰۃ کس کس کو ادا کی جاتی ہے اور کیسے جمع کی جاتی ہے ؟

صرف موت ، شادی اور میلاد کے مواقع پر مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں ۔ ہاں ، جہاں جہاں تصوف کے سلسلے پائے

جاتے ہیں۔ مثلاً قادری اور شاذلی سلسلے، وہاں بھی مسلمان مل بیٹھتے ہیں۔ جس سلسلے سے منسلک کسی مسلمان کی موت واقع ہو جائے تو اس سلسلے سے وابستہ مرد اور عورتیں مل کر ذکر اذکار کرتے ہیں۔

تجارت اور تجار کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ایک عام متمول مسلمان افریقی کے پاس کچھ گاڑیاں۔ آٹا پیسنے کی مشین اور مچھلی کا شکار کرنے کے لئے کچھ کشتیاں ہوتی ہیں۔ ان متمول مسلمانوں کے کاروبار میں شراب خانے بئیر کی دوکانیں اور چور بازاری بھی شامل ہوتی ہے۔ ان مسلمانوں کی زندگیاں تناقص اور تضادات سے پُر ہیں۔ نماز ادا کی جا رہی ہے لیکن ساتھ ساتھ شراب نوشی۔ زنا اور لڑکیوں کا تعاقب بھی جاری ہے۔ بہت کم مسلمان مختاط اسلامی زندگی بسر کرتے ہیں۔

کچھ مخیر مسلمان، مساجد اور مدارس کی تعمیر کے لئے اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرتے ہیں۔ عام طور پر صرف شہری علاقوں میں ہی خوبصورت مساجد تعمیر کی جاتی ہیں۔ اکثر امیر مسلمان حج پر بھی جاتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حج کرنا اور الحاج کہلانا معاشرے میں عزت و امتیاز بھی دلا دیتا ہے یہ اور بات ہے کہ حج سے واپسی پر بھی اکثریت صحیح اسلامی زندگی گذارنے سے انحراف ہی کرتی ہے۔

معقول مسلمان زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو استعمار کے زمانے میں درجہ چہارم تک تعلیم پا سکتے تھے۔ یہ حکومت اور پارٹی کے لیڈر بھی رہے اور پھر عمر یا صحت کی وجہ سے ریٹائر ہو گئے۔

جدید تعلیم کی بنیاد مشن سوسائیٹیوں نے ڈالی۔ اس وقت تنزانیہ کو ٹانگا نیکا کہتے تھے۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں نے ابتدائی اور ثانوی سکول اور تعلیمی اور زرعی کالج قائم کئے۔

اس وقت ان اداروں میں تعلیم پانے کے لئے عیسائی بننا ضروری تھا چنانچہ بہت سے مسلمانوں کو عیسائی بننا پڑا۔ جو عیسائیت قبول نہیں کرتے تھے انہیں بھی کلیسا میں جانا پڑتا تھا۔ انجیل کا مطالعہ لازمی تھا اور اس کا امتحان بھی پاس کرنا پڑتا تھا۔

اس طرح ایک طویل عرصے تک عیسائیت سے بہت قریب رہنے کی وجہ سے بہت سے مسلمان تعلیم مکمل کرنے کے بعد اسلام کی طرف مراجعت نہ کر سکے جو اسلام کے دامن میں واپس آ گئے وہ بھی صحیح مسلمان نہ بن سکے۔ نصف عیسائی اور نصف مسلمان رہے۔

تنزانیہ کے عوام بھی اسلام کی آمد سے قبل دوسرے افریقی ممالک کی طرح، بعض روائتی مذہبی عقائد رکھتے تھے اسلام قبول کرنے والوں کی بہت بڑی اکثریت اسلام کے حقیقی تصور، تفہیم اور اہمیت اور مضمرات سے نابلد ہی رہی ان کے نزدیک اسلام محض چند ظاہری عبادات مثلاً وضو، نماز، اعتکاف وغیرہ سے متعلق تھا۔ اسلام کا یہ سطحی تصور اتنی گہری جڑیں پکڑ چکا ہے کہ آج اگر کوئی سیاست معاشیات اور قانون کے میدانوں میں قرآن سے رہنمائی حاصل

کرنے کے بارے میں سوچے بھی تو اسے دوسرے مسلمان خبطی اور غیر متوازن کہیں گے۔

مسلمانوں کی نئی نسل اور پرانی نسل کے درمیان تصادم کا خطرہ واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ نئی نسل نے معروف اسلامی یونیورسٹیوں سے حال ہی میں اسلامی تعلیمات حاصل کی ہیں۔ یہ یونیورسٹیاں شیوخ اور متقدمین کے رسوم و رواج کو شرک اور بدعت کا نام دیتی ہیں۔ دوسری طرف پرانی نسل کے دانشور الزام لگاتے ہیں کہ جدید نسل کے نمائندے جدیدیت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس کش مکش سے زیادہ نقصان اس عظیم اکثریت کو ہو رہا ہے جن کا علم اسلام کے بارے میں یوں بھی واجبی سا ہے۔ وہ اس مخمصے میں ہیں کہ فریقین میں سے کون حق پر ہے اور کون غلط ہے۔ اس کش مکش کے نتیجہ کے طور پر متحارب گروہوں کا ابھرنا قدرتی امر ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ارشاد خداوندی ہے:۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ	در حقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک
لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخرۃ	بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرۃ
واذکر اللہ کثیراً (الاحزاب ۲۱)	کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

جب ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق کار اور تبلیغ اسلام کے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حکمت عملی کا مطالعہ کرتے ہیں تو رہنمائی کے لئے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں۔

اولاً — آپ نے بجا طور پر شرک کو بدترین عمل قرار دیا اس لئے کہ یہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ ۱۳ سال کے طویل عرصہ میں فقط لاالہ الااللہ کی تبلیغ کی گئی۔ اس حکمت عملی سے پیغمبر خدا کے لئے بے شمار مشکلات پیدا ہوئیں۔ لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ حکمت عملی بہترین تھی۔ آپ نے جاہلیت کے خلاف جدوجہد کو ملتوی نہ فرمایا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرک کے ضمن میں کسی مصلحت کو خاطر میں نہیں لایا جا سکتا۔ قطع نظر اس سے کہ اس راستے میں کتنی ہی مشکلات کیوں نہ سامنے آئیں۔

ثانیاً — راہ راست پر اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنے کے لئے آپ نے فقط قرآن اور سنت کو اہم قرار دیا اور اور دیگر فلسفہ ہائے حیات کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔

ثالثاً — عمل اور نظریہ میں تضاد نہ تھا۔ قرن اول کے مسلمان ہر کام قرآن کے احکام کے مطابق سرانجام دیتے تھے ان کی زندگیاں ان کے اعتقادات کا مظہر ہوتی تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آں حضرت کے کردار کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً کہا کہ آپ کا کردار و اخلاق قرآن تھا۔ یعنی آپ قرآن کی بنائی ہوئی

صفحات کا مظہر تھے۔

رابعاً ـــ اسلام کی آغوش میں آنے کا مطلب یہ تھا کہ اسلام قبول کرنے سے پیشتر کی زندگی سے اب کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان بآسانی اپنے طور طریقے سے پہچانا جا سکتا تھا۔

خامساً ـــ حکمت عملی یہ تھی کہ دوسروں کو بدلنے سے پیشتر اپنے آپ کو بدلو۔

اس بات پر ہمارا پختہ یقین ہے کہ جو حکمت عملی شروع کے مسلمانوں نے اپنائی تھی وہی اب بھی ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے۔ ہاں، اپنے حالات کے مطابق ہم اس میں کہیں کہیں ترمیم کر سکتے ہیں چنانچہ ہماری تجویز یہ ہے کہ مطالعہ قرآن کے چھوٹے چھوٹے حلقے قائم کئے جائیں۔ ان کے ارکان مختصر تعداد میں ہوں۔ وہ اپنی انفرادی زندگیوں میں اسلام پر پورا پورا عمل کریں۔ اور ساتھ ہی تبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیں۔ ان کا ابتدائی مقصد عددی قوت ہونا چاہئے۔ ان حلقوں یا مراکز میں لائبریریاں بھی قائم ہونی چاہئیں اور نجی کاروباری ادارے بھی جب تک ہر حلقہ حقیقی مقصد سامنے رکھے گا۔ انشاء اللہ کامیابی کا حصول یقینی ہو گا۔

مسلمان تنظیمیں ان کی کوتاہیاں اور مجبوریاں | کالعدم "ایسٹ افریقن مسلم سوسائٹی" پر پابندی عائد ہو جانے کے بعد ۱۹۶۳ء میں نیشنل مسلم کونسل (B A K W A T A) کا قیام عمل میں لایا گیا۔ نیشنل مسلم کونسل تنزانیہ کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ تنظیم ہے۔ لیکن اسے کبھی عوامی حمایت حاصل نہیں ہو سکی۔ ہم یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس تنظیم کی موجودگی کے باوجود یہاں کے مسلمانوں میں اتحاد کی فضا پیدا نہیں ہوئی جو کہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ۸۲-۱۹۸۱ء میں کونسل نے ایک خود مختار مسلم یوتھ موومنٹ کی تشکیل کی اجازت دی لیکن بدقسمتی سے (B A K W A T A) کی کاہلی اور بے اثری کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے مختلف گروہ ہی آج اسلام کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ گروہ مخلص اور پرجوش مسلمانوں کی قیادت کے باوصف غیر مؤثر ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ افرادی قوت کی کمی، تعلیمی معیار کی پستی، مالی اور مادی ذرائع کی بے بضاعتی ماسوڈ (M S A U D) جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ دارالاسلام یونیورسٹی کے مسلمان طلبہ کی تنظیم ہے۔ اس کے دو مقاصد ہیں تعلیم کا حصول اور یونیورسٹی کے اندر اور باہر اسلام کی تبلیغ۔ اس تنظیم نے یونیورسٹی میں مارکسی اثرات کے زہر کو روکنے کے لئے بہت کام کیا ہے۔ یہ ششماہی سیمینار منعقد کرتی ہے جو ۱۹۸۱ء میں زکوٰۃ کے موضوع پر سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ اس تنظیم کا ایک سہ ماہی مجلہ بھی "دارالاسلام" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ "مسلم" کے نام سے ایک ماہنامہ مسلم کونسل کی طرف سے سواحلی زبان میں بھی نکلتا ہے۔

ماسوڈ (M S A U D) کا سب سے بڑا مسئلہ مالیاتی منصوبوں کا فقدان ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے یہ تنظیم مالی وسائل جمع کر رہی ہے تاکہ ۱۹۸۲ء، ۱۹۸۳ء تک کسی قابل عمل معاشی منصوبے پر کام شروع کر سکے۔

" وارشا " مسلمان ادیبوں کی تنظیم کا نام ہے۔ یہ تنظیم چند نوجوانوں نے ۱۹۷۵ء میں قائم کی۔ اس کا مقصد عربی اور انگریزی سے سواحلی زبان میں زیادہ سے زیادہ لٹریچر کا ترجمہ کرنا ہے۔ سواحلی زبان تنزانیہ میں مقبول عام زبان ہے اور درحقیقت تمام مشرقی افریقہ میں سمجھی جاتی ہے۔ اب تک مبادیات اسلام سے متعلق سات مختلف تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔ جس سے ملک کے طول و عرض میں بے شمار مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔

اس تنظیم کے بھی وہی مسائل ہیں۔ افرادی قوت کی کمی۔ پرنٹنگ پریس کا نہ ہونا اور اساتذہ کا فقدان۔ تاہم MSAUD اور " وارشا " ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کر رہی ہیں۔

تحریک تبلیغ | جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے تبلیغ کا کام زیادہ تر انفرادی سطح پر ہو رہا ہے۔ تاہم " جماعت تبلیغ " کے نام سے بھی ایک تنظیم کام کر رہی ہے۔ اس کا مرکز وسطی تنزانیہ میں ہے۔ یہ اصل میں کچھ ایشیائی مسلمانوں کی مساعی کا نتیجہ تھی لیکن اب افریقی مسلمان بھی اس میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس تنظیم کے پاس مناسب مذہبی اور دنیاوی تعلیم سے بہرہ ور قیادت کی سخت کمی ہے۔ مالی ذرائع بھی کوئی خاص نہیں۔ لیکن ان کمزوریوں کے باوجود یہ واحد تنظیم ہے جو اسلام کے لئے خلوص اور جذبے کے ساتھ مصروف عمل ہے۔

کچھ پرجوش مسلمان نوجوان سکولوں میں تبلیغ کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ریڈیو تنزانیہ دارالسلام کے " بیرونی سروس " کی طرف سے ایک ریڈیو پروگرام بھی گذشتہ دس برس سے ہر جمعہ کے دن نشر ہو رہا ہے۔ یہ پروگرام ایک پاکستانی مسلمان پیش کر رہے ہیں لیکن بدقسمتی سے ان کے قیام کے اجازت نامہ کی متعلقہ حکام کی طرف سے تجدید نہیں کی گئی۔ دارالحکومت (دارالسلام) میں قومی میلے کے دوران ہر سال کتابوں اور دیگر اشیاء کی نمائش بھی منعقد کی جاتی ہے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں پر اس نمائش کا خاطر خواہ اثر پڑتا ہے۔

بعض علاقوں میں مسلمان طلبہ کی تنظیمیں بھی کام کر رہی ہیں لیکن مناسب تربیت، لٹریچر اور مالی ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ موثر نہیں ہیں۔

MSAUD، وارشا اور جماعت تبلیغ کے علاوہ کوئی قابل ذکر تنظیم نہیں۔ شیعہ مسلمانوں کی تنظیم بلال مسلم مشن کے نام سے کام کر رہی ہے اور پندرہ روزہ مجلہ بھی " دی لائٹ " کے نام سے شائع کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے بیس کتابچے بھی تبلیغ کے نقطۂ نظر سے شائع کئے ہیں۔ مجلہ کی اطلاعات کے مطابق سینکڑوں افریقی خاندان ان کی دعوت قبول کر چکے ہیں۔ بہت سے افریقی طلبہ اعلیٰ مذہبی تعلیم کے حصول کے لئے قم (ایران) بھی بھیجے گئے ہیں۔ اسلام سے متعلق مضامین اور سیاسی خبروں پر مشتمل سواحلی زبان میں لکھے گئے کئی رسائل اور کتابیں ایران سے مشرقی افریقہ کے ممالک میں بھیجی جاتی ہیں۔

اصلاح حال کے لئے تجاویز | تنزانیہ میں اسلام کے ضمن میں اصلاح احوال کے لئے چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

۱- چونکہ منظم تبلیغی کام کی بہت زیادہ کمی ہے اس لئے ضروری ہے کہ کچھ مخلص نوجوانوں کو منتخب کرکے انہیں مناسب مذہبی اور دنیاوی تعلیم سے آراستہ کیا جاتے تاکہ وہ تبلیغ کا کام سنبھال سکیں۔
۲- ثانوی اور اعلیٰ درجے کے تعلیمی اداروں میں تقسیم کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ اسلامی لٹریچر کی ضرورت ہے۔
۳- یوتھ سنٹر کا قیام یہ سکولوں میں مسلمان طلبہ کے ثقافتی مراکز قائم کرے گا۔ ہفتہ وار سیمینار اور تعلیمی اجتماع بھی ان کی وساطت سے منعقد کئے جا سکتے ہیں۔
۴- اسلامی لٹریچر کی مقامی طور پر اشاعت کے لئے ایک پرنٹنگ پریس کا قیام۔
۵- مسلمان ممالک سے معروف علماء اور دانشوروں کے دورے۔ اس سے اسلامی اخوت کا آفاقی احساس پیدا ہوگا۔
۶- دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں کی طرف سے کتابوں کے عطیات تاکہ ایک مرکزی اسلامی لائبریری قائم کی جا سکے۔
۷- اسلامی اصولوں کی بنیاد پر کسی کاروباری منصوبے یا بنک کا قیام تاکہ اس کے منافع سے بیت المال قائم کیا جا سکے۔
۸- دارالاسلام۔ موشی۔ ٹانگا۔ ارنگا اور دوسرے بڑے شہروں میں ایسے کتاب خانوں کا قیام جن میں اسلام کے بارے میں لٹریچر موجود ہو۔ خاص کر سواحلی زبان میں۔
۹- زنجبار میں تقریباً ۹۸ فیصد مسلمان ہیں۔ اسلامی شعور پیدا کرنے کے لئے وہاں اسلامی یونیورسٹی کا قیام ازحد ضروری ہے۔ اس یونیورسٹی کے قیام کا اولین مقصد یہ ہوگا کہ مخلص مرد اور عورتیں وہاں سے فارغ التحصیل ہوں اور مختلف شعبوں میں اسلام کی خدمت کریں۔
۱۰- تنزانیہ میں ایسے تربیت یافتہ اساتذہ کی شدید کمی ہے جو مقامی سکولوں میں طلبہ کو اسلامیات کی تعلیم دے سکیں۔ اسلامیات کے لئے ۴۵ منٹ پر مشتمل دو پیریڈ ہوتے ہیں۔ مسلمان طلبہ میں اسلامی شعور پیدا کرنے کے لئے اس وقت کو زیادہ سے زیادہ مؤثر طریقے سے استعمال کرنا چاہئے۔

حرف آخر ۔ اور مسلمان دشمن قوتوں سے انتباہ | سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تنزانیہ میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں کی نسبت زیادہ ہے تو پھر مسلمانوں کی ترقی اور خوشحالی میں کون سے امر مانع ہیں؟ مسلمانوں کے خلاف مندرجہ ذیل قوتیں مصروف عمل ہیں۔

۱- **مسلمانوں سے متعصبانہ سلوک** | ملک میں باعزت ذریعہ روزگار حاصل کرنے کا واحد ذریعہ دنیاوی تعلیم ہے۔ اور بدقسمتی سے مسلمانوں میں اس کی بہت زیادہ کمی ہے تاریخی اعتبار سے اٹھارویں صدی کے آخر میں کلیسا نے شروع کی تھی اور اس کا حقیقی مقصد استعمار کو دوام اور تقویت بخشنا تھا۔ چنانچہ سکولوں میں داخلہ یا تو عیسائی طلبہ کو ملتا تھا۔ یا ان مسلمانوں کو جو عیسائیت قبول کرنے پر آمادہ تھے۔ اس صورت حال کا

قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان ان سکولوں سے دور رہے۔

۱۹۶۱ء میں آزادی حاصل ہوئی تو حکومت نے ہر ایک کے لئے مفت تعلیم کی پالیسی کا اعلان کیا۔ ۱۹۶۴ء میں کچھ مخصوص چرچ مشن سکول اور کچھ دیگر نجی سکول جن میں مسلمانوں کے سکول بھی شامل تھے۔ قومیا لئے گئے اس کی تین وجوہ ہو سکتی تھیں۔

۱- ۱۹۶۱ء کے بعد استعمار کے خلاف سیاسی جدوجہد کی وجہ سے مسلمان اپنی حالت زار کے بارے میں حساس ہو چکے تھے کہ تعلیمی انحطاط سے بچنے کی واحد صورت عیسائیوں کی طرح مسلمان سکولوں کا قیام تھی۔ (قومی تحویل میں لینے کے) اعلان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اس احساس زیاں کو کھو بیٹھیں اور حسن ظن میں مبتلا ہو جائیں۔

۲- استعمار کے زمانے میں عیسائی (مشن) سکول حکومت سے براہ راست فائدہ اٹھا رہے تھے۔ آزادی کے بعد اس صورت حال سے مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہو سکتا تھا۔ قومیا لینے سے حکومت عیسائی (مشن) سکولوں کی سرپرستی جاری رکھ سکتی تھی۔ اور مسلمان شکایت بھی نہیں کر سکتے تھے۔

۳- ۱۹۶۴ء تک پرائمری سکول چلانے کے لحاظ سے مسلمان خاصی پیش رفت کر چکے تھے۔ اور اب ثانوی درجے کے مدارس کھولنے کی فکر میں تھے۔ قومی تحویل میں لینے سے یہ پیش رفت خود بخود رک گئی۔ چنانچہ مسلمانوں کے سکول قومی تحویل میں لینے کا مقصد ان پر تعلیمی تسلط قائم کرنا بھی تھا۔ لیکن دوسری طرف بہت کم عیسائی سکول قومی تحویل میں لئے گئے۔ بہت سے چرچ سکول جوں کے توں آزاد رہے۔ پھر ۱۹۶۹ء میں مسلمانوں پر عظیم ترین افتاد پڑی۔ مدارس اور سکول قائم کرنے والی واحد اسلامی تنظیم "ایسٹ افریقین ویلفیئر سوسائٹی" پر پابندی لگا کر کالعدم قرار دیا گیا۔

آزادی حاصل ہونے کے دو سال بعد ثانوی اور اعلیٰ تعلیم مفت قرار دے دی گئی۔ اور چند سال بعد ہر قسم کی تعلیم مفت قرار دے دی گئی۔ اس سے کئی توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

مثلاً یہ کہ مسلمان آبادی کے تناسب سے مسلمان طلبہ کی تعداد (فیصد کے لحاظ سے) مقرر کی جا سکتی ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا تعلیمی پالیسی کو نافذ ہوتے بیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ سیاسی معاشی، اقتصادی اور دیگر شعبوں میں مسلمانوں کی نمائندگی ان کی آبادی کے تناسب کے رخ پر جا رہی ہو۔

لیکن ان منطقی مفروضوں کے برعکس اصل صورت حال مختلف ہے۔

پرائمری سکولوں میں مسلمان طلبہ کی تعداد آبادی کے تناسب سے ہے لیکن ثانوی اور ہائی سکولوں میں صورت حال بہت تشویشناک ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے ضمن میں خاص کر ملک کی واحد یونیورسٹی میں صورت حال اور بھی ابتر ہے۔ یونیورسٹی میں مسلمانوں کی تعداد محض ۵ سے ۱۰ فیصد تک ہے۔

سیکولر تعلیم مفت ہونے کے باوجود انتظامی اسامیوں پر بہت کم مسلمان تعینات ہیں۔ زیادہ تر انہیں کلرک یا مزدور کے طور پر بھرتی کیا جاتا ہے یا وہ کاشتکاری کا کام کرتے ہیں۔

بظاہر تو ہر ایک کے لئے مساوی مواقع بہم پہنچانے کی پالیسی پر عمل کیا جارہا ہے لیکن مندرجہ ذیل تلخ حقائق اس پالیسی کا منہ چڑا رہے ہیں۔

قومی تعلیمی سرگرمیوں میں کلیسا کا عمل دخل بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ چرچ مشن سکول جو صرف عیسائی طبقہ کے لئے ہیں۔ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں بھاری تعداد میں امیدوار بھیجتے ہیں۔ دوسری طرف پرائمری پاس مسلمان طلبہ جب ثانوی اور اعلیٰ اداروں کا رخ کرتے ہیں تو انہیں سخت مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

مسلمان طلبہ پر اعلیٰ تعلیمی اداروں کے راستے تنگ کئے جارہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان ممالک اور اسلامی تنظیمیں تنزانیہ کے مسلمان طلبہ کو تنزانیہ سے باہر ایسی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کے مواقع بہم پہنچائیں جہاں وہ اعلیٰ دنیاوی تعلیم حاصل کر سکیں اور ساتھ ہی اسلامیات کا مضمون بھی پڑھ سکیں۔ اس کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ تنزانوی مسلمان طلبہ کی ایک کثیر تعداد پہلے ہی بھاری نقصان اٹھا رہی ہے۔

۲۔ کلیسا | کلیساؤں کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں :۔

الف۔ معتدل اور نظریاتی لحاظ سے اکھڑے ہوئے مسلمانوں اور قدیم مذاہب کے افریقیوں کو عیسائی بنانا چرچ کے مقاصد میں سرفہرست ہے۔ تبلیغ کے ذرائع میں ریڈیو پروگرام بھی شامل ہیں۔ یہ پروگرام مارنگو، موشی اور دودوما میں ریکارڈ کئے جاتے ہیں۔ دیگر ہتھکنڈوں میں معاشرتی بہبود کے منصوبے شامل ہیں۔ مثلاً پانی۔ شفاخانے۔ یتیم خانے۔ معذوروں کے لئے مراکز اور نابیناؤں کے سکول وغیرہ۔ ان ذرائع کی مدد سے اسلام کے خلاف موثر پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔

ب۔ ایک اور مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں پر عیسائیوں کی بالادستی قائم کی جائے۔ تعلیم کے میدان کو اس مقصد کے لئے اس حد تک کامیابی سے استعمال کیا گیا کہ آج تنزانیہ ہر لحاظ سے عیسائی دکھائی دیتا ہے۔ پبلک سیکٹر میں ۵۰ فیصد سے زائد اسامیاں ان سکولوں سے فارغ التحصیل طلبہ سے پر کی جاتی ہیں جن میں انجیل کی تعلیم باضابطہ دی جاتی ہے باقی چالیس فیصد بھی عیسائی طلبہ ہی ہوتے ہیں جب کہ مسلمان فقط دس فیصد ہیں۔ اس صورت حال کا نتیجہ مسلمانوں کے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ ملک میں کلیسا کے قوانین اپنائے جارہے ہیں اور اسلامی شریعت کو "روایتی قوانین" کا نام دے کر پس پشت ڈالا جارہا ہے اس کی مثال سن ۱۹۷۰ء کا شادی کا قانون پیش کیا جاسکتا ہے جس کی رو سے ایک ہی شادی کو قانونی طور پر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ مادہ پرست (سوشلسٹ) | ان کا مقصد یہ ہے کہ نوجوانوں کو مذہبی اقدار سے محروم کر دیا جائے۔ تعلیمی

اداروں میں مادہ پرستانہ نظریات کی پیہم تعلیم دی جارہی ہے۔ نوجوانوں اور ثقافت کی وزارت (منسٹری آف کلچر اینڈ یوتھ) اس صورت حال کی ذمہ دار ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس سے نقصان اسلام کا ہوتا ہے کیونکہ عیسائیت کسی بھی نظام اور ازم سے سمجھوتہ کر سکتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کلیسا نے اپنے پیروکاروں کو اجازت دے دی ہے کہ اگر شراب نوشی اور رقص و سرود سے وہ لوگوں کے دل جیت سکتے ہیں تو انہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے سکولوں میں طلبہ کو اتنا زیادہ مصروف رکھا جاتا ہے کہ اسلامی مدارس میں جانے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ صبح کا وقت کلاس روم میں اور شام میں رقص کی تربیت حاصل کرتے ہیں اور سیاستدانوں کی تقریریں سننے میں کٹتی ہیں۔ ناپختہ ذہنوں کے لیے یہ مادہ پرست، دیگر مخالف قوتوں کی نسبت زیادہ خطرناک ہیں اگر ان کا مناسب سدباب نہ کیا گیا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ آنے والی نسلیں محض نام کی مسلمان ہوں اور ایمان و لقین کی دولت سے محروم ہو جائیں۔

۴۔ قادیانی اور احمدی | تنزانیہ کے مسلمانوں کے خلاف یہ ایک بہت بڑی قوت ہے۔ قادیانی مسلمانوں میں بے یقینی اور شکوک پیدا کرنے کے لیے اپنے ایجنٹ مامور کرتے ہیں۔ اور لٹریچر مفت یا برائے نام قیمتوں پر پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ نقدی یا جنس کی صورت میں تحائف بھی تقسیم کئے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو گمراہ اور کمزور کرنے کے اس کام کو حکومت بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اور ان کی حفاظت کرتی ہے۔ ممباسا (کینیا) میں قادیانیوں کا اپنا پرنٹنگ پریس ہے جس سے وہ ہر وقت ہینڈ آؤٹ شائع کرتے رہتے ہیں۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ تنزانیہ میں مادہ پرستی عیسائیوں اور قادیانیوں (احمدیوں) کا لٹریچر سیلاب کی طرح بہہ رہا ہے اس کی وجہ اشاعت و طباعت کے ذرائع تک ان کی دسترس اور سیاسی قوت ہے۔

۵۔ اتحاد کا فقدان | مسلمانوں کے مصائب اور زبوں حالی کی ایک بڑی وجہ اتحاد کا فقدان بھی ہے (BAKWATA) اس میدان میں بہت پیچھے ہے۔ یہ چار پبلک سیکنڈری سکول چلا رہی ہے۔ مقاصد کاروباری ہیں۔ اساتذہ زیادہ تر عیسائی ہیں اور اسلامی تعلیم پر قطعاً زور نہیں دیا جاتا۔

اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرنے والے لائق علماء کا فقدان ہے۔ اسلامی مدارس کی بھی کمی ہے۔ اور ایک یکساں اسلامی نصاب بھی قومی سطح پر چلتا ہے۔ اگر اسلامی تعلیمات اور تبلیغ کے لیے ریڈیو کوموروز (COMROS) سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے تو مشرقی افریقہ کے مسلمان اس سے بہت استفادہ کر سکتے ہیں اور ایک مسئلہ یہ ہے کہ سماجی خدمات مثلاً ہسپتال مدارس اور معاشرتی بہبود کے مراکز وغیرہ قائم کرنے میں مسلمان بہت پیچھے ہیں۔ سرکاری شعبے سے مایوس ہو کر اکثر مسلمان ذاتی سطح پر روزگار کے چکر میں ہیں۔ شہروں میں وہ چھوٹی چھوٹی دکانیں اور ہوٹل چلاتے ہیں اور دیہاتی علاقوں میں ماہی گیری اور کاشتکاری کرتے ہیں۔ اس کمزور معاشی بنیاد کے ساتھ سماجی خدمات میں حصہ لینا، ظاہر ہے ممکن نہیں۔ نتیجۃً کلیسا کی سرگرمیوں کے نتائج کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

لوگوں کو کسی نہ کسی طرح عیسائی بنانے کے لئے کلیسا کی امدادی کارروائیوں اور اس کے متنوع پروگراموں کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ بین الاقوامی لوتھر چرچ نے طبی خدمات اور دیہات میں فنی تعلیم کے لئے تیرہ ملین امریکی ڈالر کی امداد پیش کی ہے۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ پروگراموں کی تشکیل و ترتیب میں ان کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ اس تین سالہ پروگرام کی بدولت چرچ کو دیہات میں پھیلے ہوئے غریب مسلمانوں اور بت پرست قبائل تک رسائی حاصل ہوگی۔ چنانچہ وہ عیسائیت کا تر نوالہ بنیں گے۔

اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلم ممالک اور اسلامی تنظیموں کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور معاشرتی بہبود کے مختلف میدانوں مثلاً ہسپتال، یتیم خانے، مسافر خانے، پرنٹنگ پریس وغیرہ قائم کرنے کے لئے کام کریں۔ انہیں اسلامی تعلیمات پھیلانے کے لئے بھی ذرائع تلاش کرنے ہوں گے۔ کلیسا کے اثر کا مقابلہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔
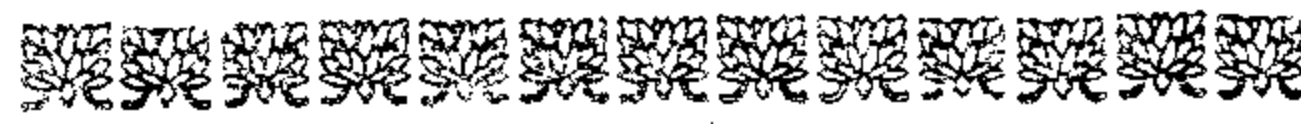
بلند ہمّت
جوانوں کی پسند
اُجالا ڈینِم
اور
صَدف شرٹنگ
مضبوط و دیرپا اُجالا واش اینڈ ویئر ڈینم
خوشنما رنگوں میں لیجیے۔
صَدف شرٹنگ بہت سے پکّے رنگوں میں
دستیاب ہے۔
زِندہ دل جوانوں کا ذوقِ زیبائش،
آج جنکے دَم سے رونق اور چہل پہل ہے۔
MADE OF
Toray
TETORON
POLYESTER FIBER
محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
Asiatic

MFTM-5-77

پابندیٔ اوقات کا بہتر تناسب

اپنی خدمات کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے پی آئی اے کی انتظامیہ کے اعلیٰ عہدیدار روزانہ ٹھیک ۹ بجے صبح آپریشن روم میں جمع ہو کر کمپنی کے مختلف شعبوں کی کارکردگی کو جانچتے اور پرکھتے ہیں۔

اِن اجلاس کا مقصد جہاں کمپنی کی مجموعی کارکردگی کا تجزیہ کرنا ہے وہاں تمام خدمات کا علیحدہ علیحدہ تفصیلی جائزہ لینا بھی ہے — بالخصوص طیاروں کی آمد و رفت میں وقت کی پابندی کا۔

یہ امر موجب اطمینان ہے کہ ہماری مسلسل کاوشوں کے نتیجے میں ۸۲ - ۱۹۸۱ء کے دوران پی آئی اے کی باقاعدہ پروازوں کا تناسب ۹ر۸۱ فیصد رہا۔
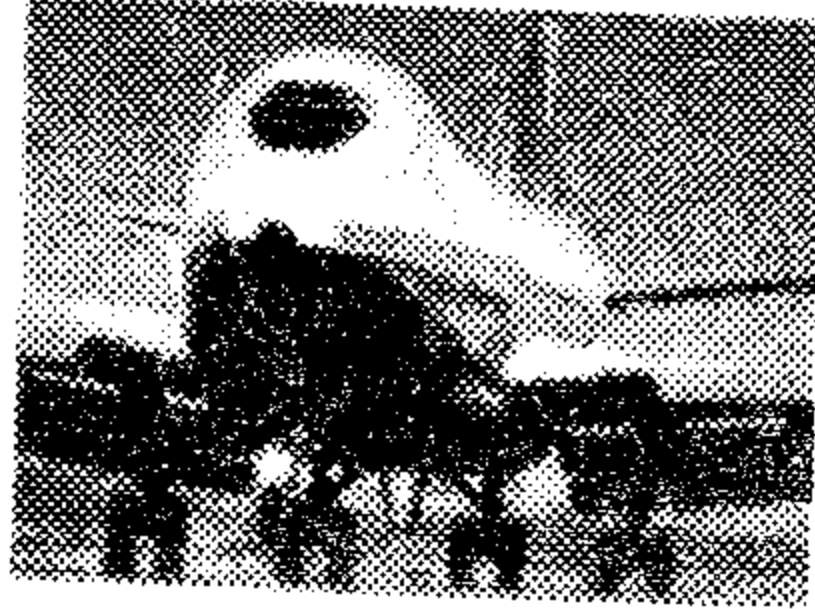
پی آئی اے کی اعلیٰ کارکردگی پر مسافر بھرپور اعتماد کرتے ہیں کیونکہ پروازوں کے اوقات، کمپیوٹر کے ذریعے سیٹوں کی بکنگ، خوش اخلاق عملے کی پرخلوص میزبانی اور کراچی اسلام آباد لاہور اور پشاور سے بین الاقوامی پروازوں کا نیا سلسلہ اس بات کا شاہد ہے کہ پی آئی اے شب و روز اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں مسلسل کوشاں ہے۔

قسط ۳

مولانا مدرار اللہ مدرار

تحریک روشنیہ کے بانی کے دعاوی اور نظریات

ایک تحقیقی جائزہ

ایمان خوف اور رجا کے درمیان ہے | یہ اصولِ دین کا مسئلہ ہے کہ ایمان خوف اور رجا کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا کفر ہے۔ اور اس کی رحمت سے ناامید ہونا بھی۔ سورۂ اعراف کی ننانویں آیت میں ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ۔ کیا بے خوف ہو گئے اللہ کے داؤ سے بے خوف نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے۔ مگر خرابی میں پڑنے والے لوگ۔

تفسیرات احمدیہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

کما ان الامن من مکر اللہ کفر کذالک الیاس من رحمۃ اللہ کفر (ص ۴۲)

یعنی جس طرح عذاب الٰہی سے اپنے آپ کو مامون سمجھنا کفر ہے اسی طرح اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا بھی کفر ہے۔

گذشتہ مضمون میں ہم نے بایزید کے وہ الہامات ذکر کیے تھے جن میں اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اللہ نے نہ صرف اسے بخش دیا ہے اور اس پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل کی ہیں بلکہ اس کے طفیل اس کی آل اولاد۔ احباب۔ اتباع اور فرماں برداروں کو بخش دیا گیا ہے اور ان پر مغفرت کے علاوہ رحمتیں اور برکتیں بھی کی گئی ہیں۔ اور قیامت کے دن بھی اس نے اپنے لئے اور اپنی امت روشنیہ کے لئے ایک خصوصی شان وامتیاز اور مقبولیت کا دعویٰ کیا ہے اور اہل بہشت ہونے کا مدعی ہے۔ لیکن اس کے یہ دعاوی اصولِ دین اور قرآن و سنّت کی تعلیمات کے قطعی منافی ہیں تمہید ابی شکور سالمی میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام خوف خاتمہ سے محفوظ و مامون ہیں۔ لیکن عبودیت کا خوف ان سے زائل نہیں ہوتا اور اسی طرح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے۔ جب بایزید اپنے آپ کو خوفِ خاتمہ سے مامون سمجھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو زمرۂ انبیاء میں شامل کرتا ہے۔ بلکہ ایک قدم اس سے بھی آگے بڑھایا ہے کہ عبودیت کے خوف سے اپنے آپ کو بے نیاز کر دیا ہے۔ بلکہ سکونت کے مقام پہ پہنچ کر عبودیت ہی کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ "تمہید" نے اس ضمن میں رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

قال علیہ السلام من قال انا فی الجنۃ فقد امن ومن امن فقد کفر (تمہید ص ۳)

ترجمہ۔ جس نے کہا کہ میں جنت میں ہوں گا تو اس نے اپنے آپ کو مامون سمجھا۔ اور جس نے اپنے آپ کو مامون سمجھا

تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

انبیاء علیہم السلام کی بے ادبی | ۵۴۔ بسبب متابعۃ الھوی یضلون (کذا) جمیع الانسان دوم ان کان من الانبیاء والاولیاء (بسبب متابعت نفس وخواہش آں گمراہ می گردد ہمہ آدمیان اگرچہ باشند از پیغمبران و اولیاء۔
(خیر البیان صد ۲۶۷)

ترجمہ۔ نفس کی پیروی اور اس کی خواہش کے سبب آدمی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ پیغمبر اور ولی ہوں۔

الہام کا مطلب واضح ہے۔ بایزید جس طرح نفس کی خواہش اور پیروی کے سلسلے میں عام آدمیوں کے گمراہ ہو جانے کا ذکر کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام کی شان اقدس کی طرف بھی گمراہی منسوب کرتا ہے۔ اور اس سلسلے میں عوام اور انبیاء علیہم السلام میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ اور یہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں شدید بے ادبی ہے اور گستاخی ہے جس کا ارتکاب اس نے کیا ہے۔

آدم علیہ السلام کی توہین | ۵۵۔ اے بایزید! لوگوں کو آدم علیہ السلام کا قصہ یاد کر۔ دیکھو۔ میری روح سے وہ زندہ، صفی اور مسجود تھا۔ فرشتوں کے ناموں سے آگاہ تھا۔ بہشت میں نعمت کے درجے پر تھا۔ نبی مرسل اور اولوالعزم تھا عیاں۔ میں نے اس کو درخت کے نزدیک جانے اور شیطان کی بات ماننے سے منع کیا تھا۔ تو اس نے ایک نافرمانی کی۔ میں نے اس کو ایک گناہ کے سبب جنت سے نکالا۔ اور نفس و شیطان کی بات ماننے کی وجہ سے فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (پس خوار کرد ایشان ہر دو را شیطان بسبب آں درخت، کہ (از) خوردن (او) منع شدہ بود پس برآورد ایشان را از بہشت از چیزے کہ بودند دراں چیز یعنی از نعمت ہائے بہشت بیان ہے قرآن میں (خیر البیان صد ۲۸۰)

۵۶۔ جو نفس کی خواہش پر کام کرتا ہے اور شیطان کی بات ماننے پر۔ تو میں اس کو گمراہ کروں گا جس طرح میں نے آدم علیہ السلام کو گمراہ کیا تھا (خیر البیان صد ۲۸۱)

ان "الہامات کاذبہ" میں بایزید نے واضح طور پر حضرت آدم علیہ السلام کو معاذ اللہ گمراہ کہا ہے اور یہ کہ وہ گناہ کی وجہ سے اور نفس و شیطان کی پیروی کے سبب جنت سے نکالے گئے۔ اور پھر فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ کے معنی میں تحریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ شیطان نے انہیں خوار یعنی ذلیل کر دیا جب کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ شیطان نے انہیں جنت سے پھسلایا " ازلّھما " کا مصدر "اِزلال" ہے۔ جس کے معنی لغزش دینا اور پھسلانا ہیں۔ اور پھر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ بایزید نے آدم علیہ السلام کی شان میں یہ گستاخیاں "الہام الٰہی" کے حوالے سے کی ہیں۔ ایک تو انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں کرنا دین اسلام میں سب سے بڑا جرم ہے۔ اور پھر اس قسم کی جھوٹی باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا تو انتہائی ظلم عظیم اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

بایزید کی گستاخیوں کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔

ابلیس اور آدم کا نام اور حال بدل دیا گیا ۵۔ اسم ابلیس کان ملکا واسم آدم کان صفیا فغیر اللہ اسمہم وحالہم بوصفہم عیان کذالک الانسان مختار و مامور و منہی وکان لہ اختیار عیان بالایمان والطاعۃ صار مومنا ومطیعا وبالکفر والفسق صار کافرا و فاسقا اعلام (خیر البیان ص۔ ۲۲۹)

ترجمہ۔ ابلیس کا نام فرشتہ تھا اور آدم کا نام صفی تھا۔ پس اللہ نے ان کا نام اور حال بدل دیا۔ بوجہ ان کی صفت کے۔ اسی طرح انسان مختار ہے اور اس کو امر کیا گیا ہے اور اس کو نہی کی گئی ہے۔ اور اس کو اختیار ہے۔ ایمان اور طاعت پر وہ مومن اور مطیع ہوتا ہے اور کفر اور فسق پر وہ کافر اور فاسق ہو جاتا ہے۔ اعلام

اس عبارت میں بایزید نے معاذ اللہ ابلیس اور آدم علیہ السلام کو بالکل ایک ہی نظر سے دیکھا ہے۔ اور کہا ہے کہ جس طرح آدم علیہ السلام کا نام صفی (برگزیدہ) تھا۔ اسی طرح ابلیس کا نام ملک (فرشتہ) تھا۔ مگر نافرمانی کی وجہ سے اللہ نے دونوں کے ناموں اور حالتوں کو بدل دیا اور ان میں کوئی فرق نہیں کیا۔ یہ آدم علیہ السلام کی شان میں انتہائی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ جو بایزید نے نہایت جسارت اور بے باکی کے ساتھ کی ہے۔

ضروری وضاحت تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ صرف مختصراً عرض کرتے ہیں کہ بایزید نے حضرت آدم علیہ السلام کی شان رفیع کی طرف جو معصیت اور نافرمانی منسوب کی ہے۔ اس سے آدم علیہ السلام کا دامن پاک ہے۔ قرآن حکیم میں حضرت آدم علیہ السلام کی صفائی بیان کی گئی ہے۔ کہ انہوں نے اس درخت کے پھل سے کھایا۔ اس وجہ سے کہ عہد الٰہی بھول گئے۔ بدلیل قولہ تعالیٰ۔

فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ)

یعنی پس بھول گئے اور ہم نے اس میں اس کا قصد نہ پایا۔

لیکن اس بھول پر ان سے مواخذہ ہوا اور یہ ایک امر تھا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل نے ازل میں آدم علیہ السلام کے حق میں مقدر فرمایا تھا جس کی تمام حکمت اس کے علم قدیم میں ہے۔ اس کے علاوہ پارہ اول میں فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ نص صریح ہے کہ آدم علیہ السلام سے یہ خطا بطور "زلّت" یعنی بطریق لغزش تھی۔ اور سورہ طٰہٰ کی مذکورہ آیت نص محکم ہے۔ کہ یہ بطور نسیان صادر ہوئی۔ اس لئے مفسرین اور علمائے اسلام نے فرمایا ہے کہ جنت سے نکالا جانا اس خطا کی سزا نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ امر مقدر فرمایا تھا کہ آدم علیہ السلام کے واسطے سکونت جنت صرف اس حد تک ہے کہ یہ پھل کھائیں۔ علاوہ ازیں گناہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے جو عوام میں بھی عقوبت جہنم ہے۔ حالاں کہ یہ عوام کے واسطے ہے۔ اور جو لوگ درجہ عالی پر ہیں ان کے واسطے غفلت اور نسیان پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔ بمصداق حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْن

یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہوتی ہیں ۔
علامہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے :۔

وقد کانت منهم ای من بعض الانبیاء قبل ظهور مراتب النبوة او بعد ثبوت مناقب الرسالة زلات (شرح فقه اکبر)

ترجمہ ۔ اور بعض انبیا علیہم السلام مراتب نبوت کے ظہور سے قبل اور مناقب رسالت کے ثبوت کے بعد زلالت یعنی لغزشیں واقع ہوئی ہیں اور تفسیر مدارک التنزیل نے زلت (لغزش) کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ۔

انه اسم لفعل یقع علی خلاف الامر من غیر قصد الی الخلاف کزلة الماشی فی الطین

(مدارک صـ ۳۱ جلد اوّل)

ترجمہ ۔ زلت اس فعل کو کہتے ہیں جو امر کے خلاف واقع ہو ۔ لیکن قصداً اس کے خلاف کا نہ ہو ۔ جیسا کہ چلنے والا پھسل کر کیچڑ میں گر جائے ۔

اور معلوم ہے کہ راستے یا کیچڑ میں بے اختیار گرنے والے شخص کو لوگ ملامت نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں ۔

بہرحال حضرت آدم علیہ السلام سے قصد کے بغیر نسیان کی وجہ سے جو لغزش واقع ہوئی اس پر نافرمانی اور گناہ کا اطلاق کرنا یا یزید جیسے لاابالی شخص کا کام ہے ۔ اور اہل اسلام بایزید کی اس قسم کی جسارتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں ۔ ہم اس بحث کو امام ابن تیمیہؒ کے درج ذیل دو مسئلوں اور حدیث ابن عباسؓ پر ختم کرتے ہیں ۔

۱۔ فعلم ان سبّ الرسل والطعن فیهم ینبوع جمیع انواع الکفر وجماع جمیع الضلالات وکل کفر (الصارم المسلول علی شاتم الرسول صـ ۲۴۳)

ترجمہ ۔ پس معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی اور طعن کرنا کفر کی تمام اقسام کا سرچشمہ ہے اور تمام گمراہیوں کا مجموعہ ہے اور یہ سب کفر ہے ۔

۲۔ ومعلوم ان کذب علی الله بان زعم انه رسول الله او نبیه او اخبر عن الله خبرا کذب فیه کمسیلمة والعنسی ونحوهما من المتنبیین فانه کافر حلال الدم (الصارم المسلول صـ ۱۶۹)

ترجمہ ۔ اور معلوم ہے کہ جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ۔ بایں طور کہ اس نے گمان کیا کہ وہ اللہ کا رسول ہے یا اس کا نبی ہے ۔ یا اللہ کی طرف سے ایک خبر دی جس میں اس نے جھوٹ بولا جیسا کہ مسیلمۃ الکذاب اور عنسی نے بولا تھا یا ان کی طرح جھوٹے نبی ہوتے تو وہ کافر اور مباح الدم ہے ۔

۳۔ حدیث ابن عباسؓ ۔ قال لیس وحدثنی مجاهد عن عباسؓ ایما مسلم سبّ الله او سبّ احدا

من الانبیاء فقد کذب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھی ردۃ یستتاب فان رجع و الاقتل

(الصارم المسلول صہ ۱۵۶)

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس مسلمان نے اللہ کی شان میں گستاخی کی یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک پیغمبر میں طعن کیا تو اس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی۔ اور یہ ردّت ہے اس سے توبہ کے لئے کہا جائے۔ اگر اس نے اپنے قول سے رجوع اور توبہ کی تو بہتر ہے۔ ورنہ اس کی سزا قتل ہے۔

اب ہم بایزید کے اقوال کو پیش کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی شان عظیم میں بے ادبی کی گئی ہے۔

اللہ کی شان میں بایزید کی بے ادبی بایزید نے خیر البیان میں نماز۔ وضو غسل اور جنابت و نجاست کے مسئلے لکھے ہیں جس سے ہمارے بعض خوش اعتقاد ادیبوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ بایزید حنفی المذہب ہے اور کہتے ہیں کہ پھر بایزید اور دوسرے مسلمانوں میں کیا فرق ہے جب کہ سب فقہ حنفی مانتے ہیں۔ ہم اختصار کے ساتھ اس فرق کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔

بایزید الہام کا مدعی ہے اور وہ فقہ کے مسائل کو بھی کتب فقہ کے حوالے سے نہیں بلکہ براہ راست الہام کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ اور سچ پوچھئے تو الہام تو ایک بہانہ ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کرتا ہے اور جس طرح دس سال کا بچہ خلاصہ کیدانی اور منیۃ المصلی کے مسائل استاد سے پوچھتا اور سیکھتا ہے بالکل اسی طرح بایزید بھی خوردسال بچے کی طرح اللہ تعالیٰ سے مسائل پوچھتا ہے اور اس کے دعوے کے مطابق اللہ تعالیٰ اسی وقت اسے ان مسائل کا جواب دیتا ہے۔ ان مسائل میں وہ مسئلے بھی شامل ہیں جو بول و براز۔ نجاست غلیظہ۔ نجاست خفیفہ۔ حیض و نفاس۔ اندام نہانی میں آلۂ تناسل کے دخول اور منی کے خروج وغیرہ نازک امور سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم اختصار کی خاطر اللہ تعالیٰ سے بایزید کے صرف دو سوال و جواب پیش کرتے ہیں۔

بایزید کا سوال ۵۸۔ اے سبحان! اپنے فرمان سے مجھے یہ بتادے کہ وضو کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا جواب اے بایزید! سامنے والے اندام سے پیشاب۔ مذی۔ ودی۔ منی۔ حیض۔ استحاضہ (خون) سے نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ اور پچھلے والے اندام سے براز اور ہوا کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(خیر البیان صہ ۱۰۱)

بایزید کا دوسرا سوال ۵۹۔ اے سبحان اپنے فرمان سے مجھے غسل کے فرض۔ واجب۔ سنّت اور مستحب بتادے

اللہ تعالیٰ کا جواب اے بایزید۔ منی کے خروج۔ حیض۔ نفاس اور اندام نہانی میں دخول سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔ الخ (خیر البیان صہ ۹۷)

بایزید نے اسی انداز تخاطب میں جنابت و غسل وغیرہ کے لئے خیر البیان کا ایک کافی حصہ وقف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان عظیم میں بے شمار بے ادبیاں کی ہیں۔ ہمیں حیرت ہے کہ اس نئی روشنی اور علمی ترقی کے دور میں بھی ایسے

لوگ موجود ہیں جو بایزید کے اس قسم کے دعاوی اور "الہامات کاذبہ" کو دل و جان سے صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ فیا للعجب

بایزید کا عقیدہ حلول کا تھا | وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ خدا می فرماید کہ من در ذات شما یا غم لیس

نے بلند بیان است در قرآن (خیر البیان)

یہ آیت سورۂ الذاریات کی انیسویں آیت ہے جو درج ذیل ہے۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لئے اور خود تمہاری ذات میں بھی کیا تم نہیں دیکھتے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں زمین میں بھی ہیں جنہیں آفاقی دلائل کہتے ہیں اور خود انسان کی ذات میں بھی موجود ہیں جن کو نفسی دلائل کہتے ہیں۔ مثلاً اگر انسان خود اپنے ہی جسم اور اعضاء جسم کی حکیمانہ ترتیب و تناسب پہ اور اپنے ذہن، عقل کی نہایت مناسب ترتیب و ساخت پر غور کرنا شروع کرے۔ تو اس کا دل اور دماغ دونوں گواہی دے دیں گی۔ کہ یہ ساری صنعت گری بجز ایک حکیم مطلق کے اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ مگر بایزید اس آیت کے آخری ٹکڑے سے انفسی دلائل و شواہد کی بجائے یہ مراد لیتا ہے کہ خدا انسانوں کی ذات کے اندر ہے۔ اس الہام میں بایزید کی دو باتیں اسلام کے خلاف ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ اس نے آیت میں معنوی تحریف کی۔ اور دوسری یہ کہ وہ انسانوں کے اندر اللہ تعالیٰ کے حلول پر عقیدہ رکھتا ہے۔ جو صریحاً باطل اور مردود ہے۔

اس سلسلے میں بایزید کی مزید وضاحتیں سن لیجئے۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ نے اسے یہ الہام کیا ہے کہ

خدا انسان کے گوشت پوست | ۱۔ میں آدمیوں کے بالوں اور ان کے گوشت پوست میں ہوں۔ اور

اور خون وغیرہ میں ہے | آدمیوں کے خون، ان کی رگوں اور پٹھوں میں ہوں۔ میں آدمیوں کی ہڈیوں

اور دماغ میں ہوں۔ اور آدمیوں کے اندر جو کچھ ہے۔ میں ان سب میں ہوں۔ (خیر البیان ص ۲۷۳)

اور ظاہر ہے کہ انسان کے اندر بیت الخلاء والی نجاستیں بھی ہیں۔ غرضیکہ یہ تمام باتیں رب متعال کی عظمت شان کے قطعی منافی ہیں۔ حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے کہا تھا کہ بایزید ارواح کو خدا سمجھتا ہے۔ کیونکہ یہ روح ہی ہے جو انسان کی تمام رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اللہ کی شان میں کیا خوب کہا ہے ؎

اے بروں از وہم و قال و قیل من   خاک بر فرق من و تمثیل من

مزید برآں بایزید کا یہ عقیدہ کہ اللہ انسان کی رگ و پے اور ہر چیز میں داخل ہے۔ اس سے یہ قباحت لازم آتی ہے کہ انسان کے ہر فعل خیر اور فعل قبیح میں نعوذ باللہ اللہ بھی شریک ہے۔ کیونکہ انسان ہر فعل اعضائے جسمانی

کے ذریعے انجام دیتا ہے۔ اور بقول بایزید انسان کے اعضاء جسمانی میں اللہ داخل ہے تو انسان کے فعل اور کسب میں حاکم بدرجۂ اللہ بھی شریک ہوا۔

تمہید ابی شکور سالمی نے دو فرقہائے باطلہ کا یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ انسان اپنے فعل خیر اور فعل شر کا خود فاعل حقیقی نہیں ہے بلکہ جو فعل بندہ کرتا ہے اللہ ہی اس کا فاعل ہے۔ "تمہید" نے آگے لکھا ہے کہ یہ کفر ہے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو قبائح سے موصوف کر دیا۔ اس مضمون کی عبارت یہ ہے۔

ولیس للعباد افعال علی الحقیقۃ لا فی الخیر ولا فی الشر وما یفعل العبد فالفاعل هو اللہ تعالیٰ لذالک وھذا کفر لانھم وصفوا اللہ تعالیٰ بالقبائح والزنا ومثل ذلک

(تمہید ابی شکور سالمی ص ۲۰۱)

بہر حال بایزید نے ذات واجب الوجود کے بارے میں جو تصور قائم کیا ہے وہ صریحاً باطل اور مردود ہے۔ اور اس سے ہم اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

خلا اور فضاء اللہ کی ذات سے بھری ہوئی ہے

۶۲- بین السماء والارض مملوّ بذات الرحمن وکان فی کل مکان (خیر البیان ص ۲۶۸)

ترجمہ۔ زمین و آسمان کے درمیان خلا اور فضا کا لامحدود دائرہ اللہ کی ذات سے بھرا ہوا ہے اور وہ ہر مکان میں ہے۔

پہلے بایزید نے ہمیں یہ بتایا کہ اللہ انسان کے اندر سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور اب اپنے الہام یا "اوہام" کے ذریعے اپنے اس عقیدے کا اظہار کیا۔ کہ اللہ کی ذات زمین و آسمان کے درمیان پھیلی ہوئی ہے اور یہ کہ وہ ہر مکان میں ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں اوہام باطلہ تو ہو سکتی ہیں۔ لیکن اسلامی عقائد ہرگز نہیں۔ اور مزید سنئے۔

بایزید کہتا ہے کہ اللہ نے اسے یہ الہام کیا ہے کہ

خدا کی ہستی میں حرکت کرنے والی چیز حرکت کرتی ہے

۶۳- دیکھو بایزید! میری ہستی میں حرکت کرتی ہے آتی جاتی ہے اور اڑتی ہے۔ ہر وہ چیز جو حرکت کرتی ہے یا چلتی پھرتی ہے اور پرواز کرتی ہے۔ میری ہستی بے شک ہر چیز کا مکان ہے (خیر البیان ص ۲۹)

گویا خلا اور فضاء میں جو چیزیں مثلاً پرندے۔ بادو باراں۔ سیارات مصنوعی سیارے۔ راکٹیں۔ خلائی اور ہوائی جہاز حرکت اور پرواز کرتے رہتے ہیں۔ یہ سب بایزید کے عقیدے کے مطابق پناہ بخدا اللہ تعالیٰ ہی کی ہستی میں حرکت اور پرواز کر رہے ہیں۔ بایزید اللہ تعالیٰ کی ذات کو تغیرات اور حوادث کا محل ٹھہرا رہے ہیں مزید برآں پہلے الہام میں بایزید نے کہا تھا کہ اللہ ہر مکان میں ہے۔ اور اب اس الہام میں یہ کہا کہ اللہ ہر چیز کا مکان ہے اور یہ سب باتیں قرآن و سنت کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی کے قطعی منافی ہیں۔
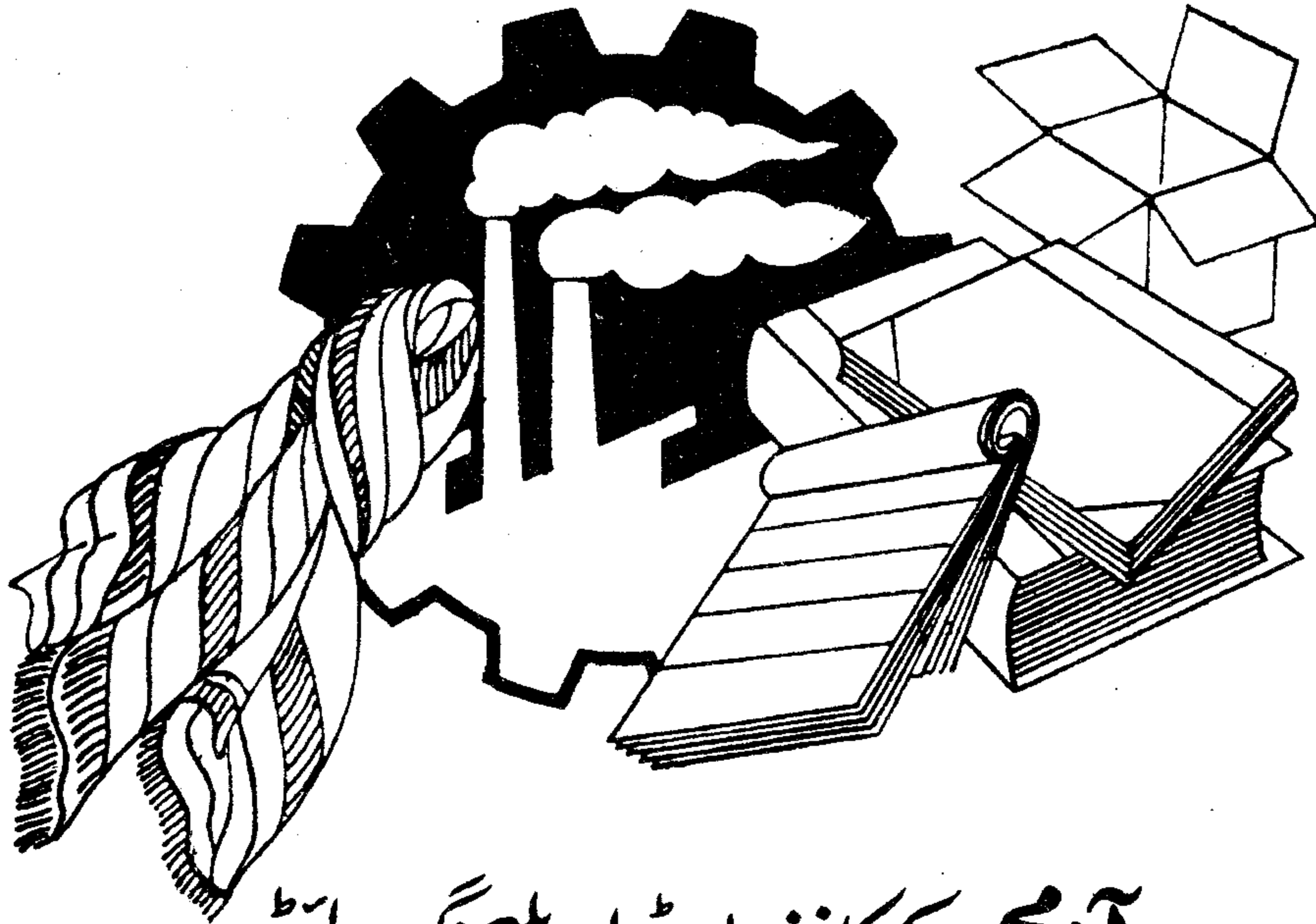
ایڈیٹر کا اس کالم کے مندرجات
سے اتفاق ضروری نہیں

افکار و اخبار

★ مولانا قاضی عبدالکریم

★ نذیر محفوظ خان

غرقِ فرعون اور ڈاکٹر حمید اللہ کا جواب الجواب

جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب فرانس کا مکتوب جو ماہنامہ الحق کے شمارہ ماہ جنوری ۱۹۸۳ء صہ ۵۵ میں درج ہے ملاحظہ ہوا۔ حمید اللہ صاحب نے اپنے خط میں یہ تحریر نہیں کیا کہ آیا میرے گذشتہ جواب سے ان کی تسلی و تشفی اس بارے میں ہوتی ہے یا نہیں کہ فرعون مدّ و جزر سے غرق نہیں ہوا اور نہ ہی اس کی لاش چند غوطہ خوروں نے نکالی۔ بہرکیف اس بارے میں ان کے سکوت سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مزید ان کے ذہن میں شبہات نہیں رہے۔ لیکن پھر بھی میں تفہیم القرآن جلد سوم ص ۱۰۸، ۱۰۹ سے مصنّف کے اپنے الفاظ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

"حضرت موسیٰؑ نے بحرِ احمر کی طرف جانے والا راستہ اختیار کیا۔ غالبًا ان کا خیال یہ تھا کہ سمندر کے کنارے چل کر جزیرہ نمائے سینا کی طرف نکل جائیں۔ لیکن ادہر سے فرعون ایک لشکرِ عظیم لے کر تعاقب کرتا ہوا ٹھیک اس موقع پر آ پہنچا جب کہ یہ قافلہ ابھی سمندر کے ساحل پر ہی تھا۔ سورہ شعراء میں بیان ہوا ہے کہ مہاجرین کا قافلہ لشکر فرعون اور سمندر کے درمیان بالکل گھر چکا تھا۔ عین اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اضرب بعصاک البحر، اپنا عصا سمندر پر مارو۔ فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم۔ " فوراً سمندر پھٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا ایک بڑے ٹیلے کی طرح کھڑا ہو گیا" اور بیچ میں صرف یہی نہیں کہ قافلے کے گذرنے کے لئے راستہ نکل آیا بلکہ بیچ کا یہ حصہ اوپر کی آیات کے مطابق خشک ہو کر سوکھی سڑک کی طرح بن گیا۔ یہ صاف اور صریح معجزے کا بیان ہے اور اس سے ان لوگوں کے بیان کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ ہوا کے طوفان یا جوار بھاٹے کی وجہ سے سمندر ہٹ گیا تھا۔ اس طرح جو پانی ہٹتا ہے وہ دونوں طرف ٹیلوں کی صورت میں کھڑا نہیں ہوتا۔ اور بیچ کا حصہ سوکھ کر سڑک کی طرح نہیں بن جاتا۔"

آگے سورہ شعراء آیت ۶۲، ۶۳ کی تفسیر میں مولانا صاحب لکھتے ہیں:۔ صہ ۴۹۸

" فاضرب لہم طریقاً فی البحر یبساً ۔ "ان کے لئے سمندر میں سوکھا راستہ بنا دے"
اس کے معنی یہ ہیں کہ سمندر پر عصا مارنے سے صرف اتنا ہی نہیں ہوا کہ سمندر کا پانی ہٹ کر دونوں طرف پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا۔ بلکہ بیچ میں جو راستہ نکلا وہ خشک بھی ہو گیا کوئی کیچڑ ایسی نہیں رہی جو چلنے میں مانع ہوتی۔ اس کے ساتھ سورہ دخان آیت ۲۴ کے یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت فرمائی کہ سمندر پار کر لینے کے بعد اس کو اسی حال پر رہنے دے۔ لشکر فرعون یہاں غرق ہونے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰؑ اگر دوسرے ساحل پر پہنچ کر سمندر پر عصا مار دیتے جو دونوں طرف کھڑا ہوا پانی پھر مل جاتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ تاکہ لشکر فرعون اس راستے میں اتر آئے اور پھر پانی دونوں طرف سے آکر اسے غرق کر دے۔ یہ صریحاً ایک معجزے کا بیان ہے اور اس سے ان لوگوں کے خیال کی غلطی بالکل واضح ہو جاتی ہے جو اس واقع کی تعبیر عام قوانین فطرت کے تحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس آخری فقرہ سے حمید اللہ صاحب کے اس دعویٰ کی تردید ہوتی ہے کہ " اگر ہمارا اور آپ کا بیٹا ڈوب جائے تو ہم اس کو کس طرح نکالیں گے "۔
اس ضمن میں 'معارف القرآن' جلد ششم ص ۸۱ پر یم سے مراد دریا لیتے ہیں اور مولانا صاحب کی تفسیر کے الفاظ یہ ہیں :-
" پھر ان کو (مع صندوق کے) دریا میں (جس کی ایک شاخ فرعون کے محل تک بھی گئی تھی) ڈال دو پھر دریا ان کو (مع صندوق کے) کنارہ (کے پاس) تک لے آئے گا "
ص ۸۳ " فلیلقہ الیم بالساحل " اس جگہ لفظ یم بمعنی دریا سے بظاہر نہر نیل مراد ہے "
مولانا محمد شفیع صاحبؒ آیت ۸ ، کی تفسیر میں ص ۱۲۹ پر لکھتے ہیں۔
" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر لاٹھی ماری تو اس میں بارہ سڑکیں اس طرح بن گئیں کہ پانی کے تودے بحر منجمد کی طرح دونوں طرف پہاڑ کی برابر کھڑے رہے اور درمیان سے راستے خشک نکل کر آئے جیسا کہ سورۃ شعرا میں " فکان کل فرق کالطود العظیم اور درمیان میں جو یہ پانی کی دیواریں ان بارہ سڑکوں کے درمیان تھیں ان کو قدرت نے ایسا بنا دیا "
اس ضمن میں تفسیر ابن کثیر سورہ طٰہٰ میں ص ۱۸۰ میں بعینہ اسی طرح منقول ہے لیکن طوالت کے خوف سے

میں اسے درج نہیں کرتا۔ حمید اللہ صاحب اسے خود ملاحظہ فرمائیں۔
یہ اوپر مندرجہ مضمون میں صرف ڈاکٹر صاحب کے اس اعتراض پر تحریر کیا ہے جہاں ڈاکٹر صاحب اپنے
خط میں فرماتے ہیں کہ میں نے سورہ طٰہٰ سے سکوت برتا ہے۔ آگے ڈاکٹر صاحب لفظ "یم" سے متعلق استفسار
فرماتے ہیں کہ "کیا حضرت موسیٰؑ کو ان کی ماں نے بحر احمر میں پھینکا تھا؟" اس ضمن میں انہوں نے عبرانی تورات سے
معانی نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے ڈاکٹر صاحب سے یہ اختلاف نہیں کہ "یم" سے کیا مراد ہے۔ میں
نے اپنے پہلے مضمون میں یہ واضح کیا تھا کہ لفظ "یم" اس عمیق پانی کے لئے استعمال ہوتا ہے چاہے دریا
ہو یا سمندر جس کی گہرائی زیادہ ہو۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن ابو جعفر محمد بن جریر الطبری آیت ۳۹ کے
ضمن میں فرماتے ہیں:-

"یقول تعالیٰ ذکرہ ولقد مننا علیک یا موسیٰ مرۃ اخری حین اوحینا الی امک
ان اقذفی ابنک موسیٰ حین ولدتک فی التابوت فاقذفیہ فی الیم یعنی
بالیم النیل"

یہاں پر طبری "یم" سے مراد دریائے نیل لیتے ہیں۔
اپنے مکتوب میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ نہیں ہے کہ سمندر نے
فرعون کی لاش کو ساحل پر پھینکا۔ ڈاکٹر صاحب اس کا ثبوت چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ واضح کرنا ضروری
سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید میں غیر ضروری تفصیل نہیں ہوتی۔ جیسے دنیاوی کتابوں میں ہوا کرتی ہے۔ علامہ
جلال الدین سیوطیؒ اپنی تفسیر دُرِّ منثور جلد ۳ سورہ یونس آیت ۹۱ کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

" فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ ": "واخرج ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن
الانباری فی المصاحف وابوشیخ عن مجاهد رضی اللہ عنهم فی قوله ، فالیوم ننجیک
ببدنک کذب بعض بنی اسرائیل بموت فرعون فالقی علی الساحل البحر حتی یراہ بنو اسرائیل
احمر قصیرا کانہ ثور"
واخرج ابوشیخ عن محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فالیوم ننجیک ببدنک ، قال جسدہ
القاہ البحر علی الساحل اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے جسد کو سمندر نے پھینک دیا۔

تفسیر تفہیم القرآن ابوالاعلیٰ مودودی سورہ یونس آیت ۹۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
" آج وہ مقام جزیرہ نمائے سینا کے مغربی ساحل پر موجود ہے۔ جہاں فرعون کی لاش
سمندر میں تیرتی ہوئی پائی گئی تھی۔ اس کو موجودہ زمانے میں جبل فرعون کہتے ہیں اور اسی

کے قریب ایک گرم چشمہ ہے جس کو مقامی آبادی نے حمام فرعون کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔ اس کی جائے وقوعہ ابوزنیمہ سے چند میل اوپر شمال کی جانب ہے اور علاقے کے باشندے اسی جگہ کی نشان دہی کرتے ہیں کہ فرعون کی لاش یہاں پڑی ہوئی ملی تھی۔

اگر یہ ڈوبنے والا وہی فرعون **منفتہ** ہے جس کو زمانۂ حال کی تحقیق نے فرعون موسیٰ قرار دیا ہے تو اس کی لاش آج تک قاہرہ کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ ۱۹۰۷ء میں گرافٹن ریلیٹ سمتھ نے اس کی ممی پر سے جب پٹیاں کھولی تھیں تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی پائی گئی تھی۔ جو کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی ایک کھلی علامت تھی۔"

تفسیر ابن کثیر میں سورہ یونس آیت ۹۱ کی تشریح اس طرح درج ہے:۔

" اب ہم تیری روح کو نہیں تیرے جسم کو محفوظ کرتے ہیں۔ تاکہ بعد والوں کے لئے وہ عبرت بن جائے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ بعض بنی اسرائیل نے فرعون کی موت کے بارے میں شک کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ فرعون کے جسد روح کو جس پر لباس بھی موجود ہے زمین کے ایک ٹیلہ پر پھینک دے تاکہ لوگوں کو فرعون کی موت کا حقیقی ثبوت مل جائے۔"

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ تفسیر معارف القرآن جلد ۴ ص ۵۶۷ پر معارف و مسائل میں اس واقعہ کی نسبت یوں فرماتے ہیں۔

"جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہلاک ہونے کی خبر دی تو وہ لوگ فرعون سے کچھ اس طرح مرعوب و مغلوب تھے کہ اس کا انکار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ فرعون ہلاک نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی اور دوسروں کی عبرت کے لئے دریا کی ایک موج کے ذریعہ فرعون کی مردہ لاش کو ساحل پر ڈال دیا جس کو سب نے دیکھا اور اس کے ہلاک ہونے کا یقین آیا۔ اور اس کی یہ لاش سب کے لئے نمونہ عبرت بن گئی۔ پھر معلوم نہیں کہ اس لاش کا کیا انجام ہوا۔ جس جگہ فرعون کی لاش پائی گئی تھی وہ جگہ جبل فرعون کے نام سے معروف ہے۔"

محمود بن عمر الزمخشری نے تفسیر الکشاف جلد ثانی ص ۲۵۲ پر " فالیوم ننجیک ببدنک" کی تفسیر میں لکھا ہے۔ و روی انهم قالوا، ما مات فرعون ولا یموت ابدا۔ وقیل اخبرهم موسیٰ بهلاکه فلم یصدقوه، فالقاه اللہ علی

الساحل حتی عاینوہ"۔ ترجمہ۔ اور روایت ہے کہ انہوں (بنواسرائیل) نے کہا۔ کہ فرعون نہیں مرا۔ اور وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اور کہا گیا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو فرعون کے ہلاکت کی خبر دی۔ لیکن انہوں نے اس سے انکار کیا (تصدیق نہیں کی) پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ساحل پر پھینک دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا" اماہ الماء الی الساحل کانہ ثور" دیکھو تفسیر زمخشری جلد ثانی ص ۲۵۲

تفسیر کبیر امام فخر الرازی جلد ۱۷ ص ۱۵۰ و تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ ص ۱۶۲ - ۱۶۳

اب ان دلائل قاطعہ اور اثبات کے ہوتے ہوئے یہ قیاس آرائی کہاں تک درست ہے۔ کہ فرعون کی لاش کچھ غوطہ خوروں نے سمندر سے نکال لیا تھا۔ جب کہ یہ مسلم امر ہے کہ فرعون اکیلا غرق نہیں ہوا بلکہ اس کے ہمراہ ایک لاکھ سے زیادہ فوج بھی تھی۔ یہ امر قرین قیاس نہیں ہے کہ ایک لاکھ یا کم و بیش لاشوں میں فرعون کی لاش سمندر کی تہہ میں کیسے پہچانی گئی۔

اس کے برعکس قرآن مجید میں صاف ذکر موجود ہے۔" فالیوم ننجیک ببدنک "کہ آج کے دن تمہارے بدن کو نجات دوں گا۔ تاکہ آیندہ آنے والوں کے لئے تمہاری نشانی رہ جائے۔

امید ہے کہ مندرجہ بالا وضاحت سے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے شکوک و شبہات رفع ہو جائیں گے۔ اور مزید جواب الجواب در جواب الجواب کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

زبیدہ۔ محفوظ خان ایڈوکیٹ سپریم کورٹ پاکستان۔ پشاور

★ **دینی فروگذاشت میں تاویلات اور شیوہ سلف** | حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت معالیکم و

ابھی ابھی الحق ملا۔ آپ کے یہ جملے کہ ۔ لیکن اس کی دفعہ ۳۰ (الی قولک) میرے نزدیک ایک نہایت اہم فروگذاشت ہے اور خاصۃً اس مخلط عبارت کو بلا کسی جھجک کے منظر عام پر لانا میرے نزدیک جرأت ایمان کی بہترین مثال ہے۔ بس اس پر آپ کی خدمت میں دلی مبارک باد عرض کرتا ہوں۔ مجھے اس دفعہ کی تفصیلات معلوم نہیں ہیں۔ اصولاً اتنا سمجھتا ہوں کہ حق کی طرف بلا کسی تاویل کے رجوع کرنا سنت فاروقی و کان وقا فاً لکتاب اللہ کا احیا ہے اور اس میں رجع الی الحق کی عظمتوں میں واللہ کہ اضافہ ہی ہوتا ہے۔ متقدمین میں تو اس کی مثالیں ہزاروں تک مل سکتی ہیں۔

لا تسئلونی ما دام ہذا الحبر فیکم مشہور خاص و عام ہے۔ متاخرین میں قطب رحی الاسلام شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مدنی۔ امیر شریعت حضرت شاہ صاحب بخاری بطل حریت۔ مسئلہ تصویر میں امام الہند حضرت مولانا آزاد رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ اور ۵۶ء کے آئین کے سلسلہ میں انیس علماء کے جوابات ہیں۔ سیدی و مولائی حضرت مولانا افغانی دامت برکاتہم ولا زال فیوضاتہم کا صدر محمد ایوب خان کو صاف لفظوں میں خط لکھ کر یہی الفاظ استعمال فرمانا کہ انیس علماء

کے جوابات میں ایک اہم فروگذاشت ہوگئی ہے ـــــ معاً آپ کے الفاظ پڑھ کر میرے ذہن میں گھومے اور نعم الخلف لہذا السلف کہنے کو دل چاہا اور ماشبہ الیوم بالبارحہ یعنی ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است — خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کی طرف خیال کیا گیا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ آپ کو جزا خیر عطا فرماویں اور حقیقی جرأت کی دولت سے اسی طرح نوازتے رہیں۔

اپنی کسی فروگذاشت کے لئے تاویلات کا سہارا لینا نہایت ہی غلط راستہ ہے۔ اس سے دین و دنیا میں خسارہ رہتا ہے۔ اگر اس دفعہ کوئی شرعی گنجائش نکل آئے تو سبحان اللہ۔ ورنہ الحمد للہ کہ اعلان کا فریضہ آپ نے تو ادا کر دیا اور کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علیٰ انفسکم کا سہرا آپ کے سر رہا فھنیئا لکم ثم ھنیئا۔ والسلام

حضرت شیخ کی خدمت تسلیمات و تکریمات یہ حضرت ہی کے برکات ہیں جس کی واقعی آپ کو بڑی ہی قدر کرنی چاہئے۔

(مولانا قاضی) ناکارہ عبدالکریم ۔ نجم المدارس ۔ کلاچی)

قسط : ۲

استاذ دارالعلوم حقانیہ
حضرت مولانا عبدالحلیم مرحوم

تعزیتی پیغامات سے اقتباسات

★

★ آج ملک کے گوشے گوشے میں مادر علمی کے تربیت یافتہ جاں بلب سینہ بریاں چشم گریاں ہیں کہ مادر علمی کا ستون علم و تقویٰ گنج اخلاق و سلوک شیخ المعقولات والمنقولات پدر روحانی استاذ کل صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب ہم سے ہمیشہ کے لئے ایسے حالات میں جدا ہو رہے ہیں کہ علماء حق کا قافلہ پارہ پارہ ہے۔ معاون علوم ایک ایک ہو کے مدفون کئے جا رہے ہیں۔ زرخیز زمین علماء ربانی کی سے بنجر ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ صدر صاحب کو جنت الفردوس عطا فرما کر جملہ متعلقین مادر علمی کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین

مولانا محمد اسحاق حقانی۔ دارالعلوم عربیہ ٹل

★ حضرت استاد کی وفات پر ہم سب یتیم ہو گئے۔ مدرسہ میں اساتذہ و طلبہ نے حضرت مرحوم کے لئے ایصال ثواب کیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ اپنی مخصوص رحمتوں سے نوازیں۔ آمین

قاضی فضل دیان۔ دارالعلوم تعلیم القرآن عمرزئی

★ جب وہ جناح ہسپتال کراچی میں زیر علاج تھے تو بندہ دو دفعہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس حادثہ نے بندہ کو نیم جان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت فرما کر درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین

محبوب اللہ۔ ناظم آباد۔ کراچی

★ حضرت مولانا صاحب جیسے عظیم شخصیت کی موت صرف پاکستان نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے لئے باعث تکلیف اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ فرخ سیر از دوبئی

★ حضرت مولانا صاحب کی وفات کی جان لیوا اور دل گداز اطلاع وطن سے دور دیار غیر میں پہنچی۔ اس جانکاہ خبر سے دل پر جو گذری سو گذری اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دیں۔ روح الامین حقانی۔ لندن

★ ایک قیامت خیز واقعہ ہے۔ آپ علوم نبویہ کے امین اور چمن اسلام کے محافظ و نگہبان تھے

محمد فاروق حقانی۔ غوریوالا۔ ضلع بنوں

★ ان کی وفات اس پرفتن دور میں عالم اسلام کے لئے ایک عظیم المیہ ہے اللہ تعالیٰ حضرت کی علمی و دینی خدمات قبول فرما کر جوار رحمت میں ان کو اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ محمد نعیم حقانی دار العلوم تعلیم القرآن۔ طوطہ کان ملاکنڈ ایجنسی

★ ریڈیو پر اپنے عظیم المرتبت استاد اور شفیق مربی کی وفات کی خبر سنی۔ اللہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ امان اللہ حقانی یعقوبی ضلع مردان

★ ایصال ثواب بحمدہ الکریم جاری ہے اور مدرسہ انوار القرآن میں ختم قرآن بھی۔ ہمیں ان کی مسلم شریف کی تلاوت اور اس پر خداداد فہم و بصیرت سے تشریح و تفہیم ہمیشہ یاد رہے گی۔ ان کی برکات و حسنات کا کیا ٹھکانا ہے۔ امید ہے کہ یہی امور ان کے لئے ذخیرہ نجات و سعادت بنیں گے۔ احمد عبدالرحمن صدیقی حقانی نوشہرہ

★ حضرت مرحوم کی وفات حسرت آیات پر بشمول بندہ کے ان کے ہزاروں تلامذہ تعزیت کے مستحق ہیں۔

عبدالحکیم اکبری حقانی۔ دار العلوم نعمانیہ۔ ڈیرہ اسماعیل خان

★ میں کس سے تعزیت کروں میں خود تعزیت کا مستحق ہوں۔ اس اندوہناک سانحہ نے تمام حقانی برادری کو یتیم کر دیا۔ فصبر جمیل۔ اللہ تعالیٰ حضرۃ الاستاذ کی نصف صدی پر مشتمل دینی و علمی خدمات گراں مایہ کو اپنے دربار عالیہ میں بھرپور شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین۔ مولانا عنایت اللہ حقانی۔ پشاور یونیورسٹی

★ حضرت مولانا مرحوم و مغفور نے تو تمام امت مسلمہ کو یتیم چھوڑ دیا۔ خداوند کریم مرحوم و مغفور کو اپنی جوار رحمت سے نوازتے ہوئے ان کی روح مبارک کو علیین اور جنت خلد و فردوس میں مرافقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے۔ آمین۔ عطاء الرحمن۔ بریڈفورڈ لندن

★ ایسی برگزیدہ ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوا کرتی ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حضرت مرحوم کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ چاند بادشاہ۔ ولی الرحمن۔ کرالی لندن

★ حضرت کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر نہایت صدمہ ہوا۔ (مولانا) عبدالرحمن ناظم جامعہ اسلامیہ راولپنڈی

★ مدرسہ میں ایصال ثواب کے لئے قرآن پاک کی تلاوت جاری ہے اللہ تعالیٰ ہمارے شفیق استاد کو جنت الفردوس میں عطا فرمائے۔ حافظ ابن یامین۔ تعلیم القرآن۔ نصرتی

★ اس افسوسناک خبر پر ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ صرف ان کی موت نہیں بلکہ یہ تمام عالم اسلام کی موت ہے اللہ تعالیٰ ان کو مغفرت نصیب فرمائے۔ آمین

شمس الحق حنیف اچھرہ۔ لاہور

MASS

دارالعلوم کے شب و روز

جامعۃ ام القریٰ مکہ کا علمی عطیہ | مارچ کے اوائل میں جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمہ زادھا اللہ شرفا کی جانب سے دارالعلوم حقانیہ کی لائبریری کے لئے مختلف موضوعات پر جدید و قدیم کتابوں کا ایک گراں قدر عطیہ موصول ہوا۔ دارالعلوم حقانیہ جامعہ ام القریٰ کے ارباب بست و کشاد کا پرخلوص شکریہ ادا کرتا ہے بالخصوص اس جامعہ کے جناب مولانا عبدالسبوح صاحب القاسمی لائبریرین خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان شاء اللہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کا وسیع علمی حلقہ ان نایاب علمی خزانوں سے فیض یاب ہو گا

ایک اور وقیع کتب خانہ | حسن ابدال کے ایک بزرگ اور ممتاز عالم حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب آگروری مرحوم جو اکابر و اجلہ علماء دیوبند اور حضرت شیخ الہند قدس سرہ سے تلمذ رکھتے تھے۔ ان کے ہاں علوم کتاب و سنّت و فقہ کا ایک شاندار علمی کتب خانہ تھا جن میں بعض نادر علمی مخطوطات بھی شامل ہیں۔ مولانا مرحوم کی بیوہ محترمہ نے یہ وقیع علمی کتب خانہ دارالعلوم کو وقف فرما دیا ہے۔ اور اس طرح الحمد للہ کہ ایک بقیۃ السلف عالم دین کی عمر بھر کا حاصل یہ کتب خانہ ضائع ہونے سے بچ کر دارالعلوم میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ پورا حلقہ دارالعلوم مرحوم کے رفع درجات اور معطی حضرات کے لئے دعا کرتا ہے۔

واردین وصادرین | مارچ کے پہلے ہفتے میں جناب عنایت اللہ ابلاغ صاحب جو جامعۃ الازہر کے فاضل اور افغانستان کی سپریم کورٹ کے جج رہ چکے ہیں۔ کئی ایک کتابوں کے مصنّف بھی ہیں اور اب افغان مہاجر ہیں دارالعلوم تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات کی۔ اہم علمی مباحث پر تبادلہ خیال کیا۔ نیز حضرت اقدس کو اپنی ایک گراں قدر تصنیف "سیرت امام اعظم" مطبوعہ مصر بطور ہدیہ پیش کی۔

★ ۱۴ مارچ۔ مولانا غلام مصطفےٰ صاحب دارالعلوم عثمانیہ لاہور علماء اور فضلا کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے۔ اور حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں قرآن مجید کا دو سو گیارہ سالہ قدیم قلمی نسخہ جو مولانا محمد غوث پشاوری ۱۲۱۳ھ کے ہاتھ کا لکھا ہوا کی مطبوعہ عکسی کاپی پیش کی۔

★ ۱۷ مارچ۔ مولانا محمد اشرف خان صاحب پروفیسر پشاور یونیورسٹی تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے

ان کی بیٹھک پر اور جناب مدیر الحق سے دارالعلوم حقانیہ میں ملاقات کی اور حقائق السنن شرح اردو جامع السنن للترمذی (حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ کے آمالی ترمذی) کی ترتیب و تخریج پر حد درجہ مسرت اور ان کی جلد از جلد اشاعت کا نہایت ہی مشتاقانہ اظہار فرمایا۔

تبلیغی جماعتوں کی آمد | اس ماہ بھی حسب سابق کئی تبلیغی جماعتیں تشریف لائیں۔ کراچی سے کالج کے طلباء کی ایک تبلیغی جماعت کے ہمراہ جناب محمد اسمٰعیل صاحب پٹیل (جو راندھیر ہند و ڈابھیل کے رہنے والے ہیں اور بیرون ملک بھی کئی تبلیغی دورے کر چکے ہیں) بھی تشریف لائے۔ انہوں نے دفتر میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے بیرون ملک تبلیغی جماعتوں کی مساعی، کارکردگی، انگلینڈ میں تیزی سے اسلام کی اشاعت اور وہاں کے لوگوں میں اسلام کے لئے طلب و تڑپ کا تذکرہ فرمایا۔

افغان مجاہدین کے وفود | اس ماہ بھی جہاد افغانستان کے زعماء اور قائدین کے کئی وفود دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے جو اس وقت محاذ جنگ میں دشمن سے برسرپیکار ہیں۔ حضرت اقدس سے ملاقات کی اور کئی اہم امور پر تبادلہ خیالات کیا۔

وفیات | دارالعلوم حقانیہ کے ایک مخلص علمی و ادبی شخصیت جناب محمد نواز خان خٹک کا انتقال ہوا مرحوم نے وفات سے قبل اپنے کتب خانہ کا ایک بڑا حصہ دارالعلوم حقانیہ کی لائبریری کے لئے عطا فرمایا تھا اور بقیہ حصہ بھی دارالعلوم کے کتب خانہ میں شامل کرنا چاہتے تھے کہ اچانک اس دار فانی سے دارالبقاء کو انتقال کر گئے۔ نماز جنازہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے پڑھائی۔ اور اپنے آبائی گاؤں شیدو میں مدفون ہوئے۔ مرحوم کئی کتابوں کے مصنف تھے

★ اسی طرح ایک اور خصوصی تعلق رکھنے والے بزرگ عالم حضرت مولانا دوست محمد صاحب فاضل مظاہر العلوم سہارنپور کا مردان کے قریب اپنے گاؤں میں انتقال ہو گیا۔ ان کے برادران اور اہل خاندان کے علاوہ کئی صاحبزادوں مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہ بھی دارالعلوم میں تعلیم پائی۔ مولانا سمیع الحق صاحب تعزیت کے لئے ان کے گاؤں محبت آباد گئے۔ اور تعزیتی خطاب بھی کیا۔

سفر پشاور | نماز جمعہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے مولانا عبدالسبوح قاسمی لائبریرین جامع ام القریٰ مکہ مکرمہ کے صاحبزادے محمد فواد کے عقد نکاح پڑھانے پشاور تشریف لے گئے انہوں نے مکۃ المکرمہ سے حضرت اقدس کی شرکت کی خواہش ظاہر کر رہے تھے

مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی کی تعزیت | اس تقریب نکاح میں شرکت کے بعد حضرت مدظلہ سرحد کے ممتاز معمر اور بزرگ عالم مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی مرحوم جو اسی دن انتقال فرما گئے تھے کی تعزیت کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے اور لواحقین سے اظہار تعزیت کیا۔ دارالعلوم میں بھی مرحوم کے رفع درجات کے لئے دعائیں کی گئیں۔ شام کو حقانیہ واپس ہوئے۔

تعارف و تبصرۂ کتب

سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا | از مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ ناشر مفضل علی ندوی
صفحات ۴۲۰۔ قیمت ۲۵ روپے۔ مجلس نشریات اسلام ۱۔ کے ۳۰ ناظم آباد۔ مینشن ۱ کراچی ۱۸

شیخ الحدیث ریحانہ مولانا محمد زکریاؒ کے سانحہ ارتحال پر مختلف رسائل و جرائد نے آپ کے نقوش حیات اور اوصاف و کمالات علمیہ پر مضامین و مقالات کا سلسلہ شروع کیا۔ اور بعض مجلات نے خصوصی نمبر بھی شائع کئے اسی اثنا یہ روح افزا مژدہ آپہنچا کہ عالم اسلام کے عظیم فرزند مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حضرت کی زندگی پر ایک مفصل کتاب رقم کر رہے ہیں۔ گو کہ حضرت الشیخ جیسی عظیم علمی و عبقری شخصیت پر اتنے قلیل عرصہ میں کچھ لکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ لیکن مولانا علی میاں کی قلمی سحر طرازی نے ہم جیسے ہزاروں نہاں بلکہ لاکھوں افراد کے دل و دماغ پر ایسا افسوں مارا ہے کہ اس نوید جاں فزا کی ہوا لگتے ہی انتظار در انتظار کا سلسلہ شروع ہوا۔ آخر شب ہجر کی تاریکی کافور ہو گئی اور سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ پوری آب و تاب اور صوری و معنوی حسن و خوبی کے ساتھ باصرہ نواز ہوا۔

تقدیر کے حسن انتخاب کی داد دینی پڑتی ہے۔ کہ جس نے حضرت الشیخ کے سوانح کے لئے علی میاں جیسے موزوں ترین شخصیت معجز رقم قلم کار، نرالے طرز ادیب، صاحب دل مورخ اور پر ذوق فلسفی کا انتخاب کیا۔ لیکن اس میں کچھ دخل صاحب سوانح کی کرامت کے ساتھ ساتھ جامع سوانح کے بلند بختی کا بھی ہے۔ کہ حضرت الشیخ کے ساتھ تعلق کے صلہ میں آپ کو سعادت ملی۔ اور ہمارے ناقص خیال میں علمی و تاریخی خدمت کے لئے مولانا ندوی کی نامزدگی ناگزیر تھی کیونکہ ع

داستان فصل گل خوش مے سراید عندلیب

اہل علم و اصحاب کمال حضرات کی وفیات پر کتنے تعزیتی ادارئیے، تسلی آمیز خطوط اور شذرے لکھے گئے ہیں لیکن بجذاوہ تعزیتی خط جو حضرت الشیخ نے مولانا ندوی کو مولوی محمد ثانی حسنی کے سانحہ ارتحال پر ارسال فرمایا تھا۔ اور مولانا نے جس کو بجنسہ من وعن نقل کیا ہے۔ کتنے افسردہ و غمزدہ دلوں آلام گزیدہ و دل سوختہ نفوس ستم رسیدہ اور زخم خوردہ جانوں کی رفوگری اور بخیہ کاری کی ہوگی۔ کتاب کی قدر و قیمت میں اس تعزیتی خط نے کئی گنا اضافہ کیا ہے۔ سوانح کے ہر سطر سے روحانیت و طمانیت کے پر کیف قطرہ ہائے شبنم ٹپک رہے ہیں جو مشام روح و جان

کو معطر اور معنبر کر دینے کے ساتھ ساتھ وجدان پر پُر کیف سکتہ طاری کر دیتے ہیں۔ کتاب کا ہر ورق بادہ نوشان معرفت جرعہ کیشان سلوک و احسان، جادہ پیمایان شریعت، معلمین و متعلمین، مہتمین و منتظمین کے لئے یکساں طور پر مفید اور علمی و تاریخی دستاویز ہے جس میں مؤلف نے حضرت صاحب سوانح کی مختلف جہات سے تصویر کشی کی ہے۔ کتاب کیا ہے ایک عہد، ایک تاریخ ایک تحریک ایک دور علمی و اصلاحی مکاتیب کا خزینہ پر کیف سفر نامہ اور سبق آموز پند نامہ ہے اور ان سب سے بڑھ کر نسخۂ کیمیا۔

(حافظ محمد ابراہیم فانی)

خارجی فتنہ ۔ مؤلفہ۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب۔ حصہ اول۔ قیمت ۲۵ روپے

پتہ۔ تحریک خدام اہلسنّت چکوال

حضرت امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ نے جب باہمی صلح کر لی اور لوگوں کو اطمینان سے غور کرنے کا موقعہ ملا تو سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوا اور غالباً کوفہ میں پیدا ہوا کہ اگر ہم حق پر تھے تو دوسرے فریق کی نسبت کیا خیال کریں اگر حق پر نہ تھے تو ہم خود مذہبی عدالت میں کیا ٹھہرتے ہیں۔ جب کہ قرآن میں تصریح آئی ہے۔ کہ " ومن یقتل مومنا متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا "

فریقین تو سوچ ہی رہے تھے کہ خوارج نے اعلان کر دیا کہ دونوں جہنمی ہیں کیونکہ دونوں نے جان بوجھ کر ایک دوسرے پر تلوار چلائی ہے۔ اہل سنّت کا اس وقت یہ عقیدہ تھا اور اب بھی ہے کہ یہ قتل عمد نہیں۔ بلکہ قتل خطا ہے اس لئے اصل فیصلہ اس کے ہاتھ میں ہے جو حقیقت حال سے واقف اور نیتوں کے منشا سے آگاہ ہے دراصل خوارج فرقہ سبائیہ (جو اسلام کا سب سے پہلا فرقہ ہے جس کا بانی ابن سبا ایک یہودی نومسلم تھا جس نے حضرت عثمانؓ کے مخالفین کو ایک شیرازہ میں مجتمع کیا تھا) کی دوسری شاخ ہے۔ اور پہلی شاخ نے اپنے کو علویہ یا شیعان علی کے لقب سے مشہور کیا۔ خوارج کی تردید خود صحابہ کرام سے منقول و مذکور ہے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی زیر تبصرہ کتاب میں " ما انا علیہ واصحابی " کے اصول کے پیش نظر اصلاً خوارج اور ضمناً اہل تشیع کا زبردست نوٹس لیا ہے۔ محمود احمد عباسی اور اس کے پیروکاروں سے ٹھوس علمی بنیادوں پر گفتگو کی ہے اس کتاب میں بھی اور ان کی باقی تصنیفات کی طرح تحریر شستہ اور لہجہ متین ہے جو ہر طبقہ کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔

(عبدالقیوم حقانی)

ہادیٔ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) ۔ مصنف۔ جناب ولی محمد رازی۔ صفحات ۴۰۸۔ قیمت ۶۴ روپے

ملنے کا پتہ :- دارالعلم، ۴۳ بی۔ اشرف منزل۔ وبیب روڈ۔ گارڈن ایسٹ کراچی

پیش نظر کتاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر مشتمل ہے۔

ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک ہر زمانہ اور ہر زبان میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے شمار کتابیں

لکھی گئی ہیں اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ مگر ہادی عالم کو سب سے ایک خاص امتیاز اور شان انفرادیت حاصل ہے وجہ یہ ہے کہ اردو میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر "صنعت غیر منقوط نویسی" میں ہمارے علم میں اس کتاب کو اولیت حاصل ہے۔ مولانا محمد ولی رازی جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے صاحبزادے اور ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں نے اپنی اس تصنیف میں ابتداء سے لے کر انتہا تک جس قدر مضامین تحریر فرمائے ہیں ان کے کسی حرف پر بھی نقطہ نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ مصنف نے واقعات کی صداقت اور صحت کا بھی پورا اہتمام کیا ہے۔ مصنف نے اس راہ کی ہر منزل کو سلامتی اور خوبصورتی سے نبھایا ہے اور ہر جگہ سلاست اور روانی کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ غیر منقوط الفاظ کی پابندی کی وجہ سے اگر کہیں عبارت گنجلک ہوگئی ہے یا جہاں اشارات ناگزیر تھے وہاں حواشی میں ان کی تشریح بھی کردی ہے۔ شروع میں مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحب اور ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب کی تقاریظ کے علاوہ مولانا محمد تقی صاحب عثمانی کا گراں قدر مقدمہ بھی شامل ہے۔

الغرض ہادی عالم اچھوتے انداز کی ندرت وجدت، وسعت وجامعیت اور علم وادب کے حیرت انگیز مظاہر اور اسے صاحب سیرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شانِ اعجازی کا ایک پرتو سمجھنا چاہیے۔ سیرت طیبہ کی گراں قدر خدمت کے ساتھ ساتھ اردو ادب کا بھی عظیم شاہکار ہے جس پر اردو زبان رہتی دنیا تک فخر کرتی رہے گی۔

عبدالقیوم حقانی

بقیہ از صہ ۸

مولانا سمیع الحق | جناب میں یہاں اتنا اور عرض کروں گا کہ آیت جو پیش کی گئی ہے۔ حدود و قصاص کے متعلق کہ واللّٰتی یاتین الفاحشة من نساءکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم۔ الآیة۔ اور رضی صاحب نے بھی اسے ذکر کیا تو اس کے بارہ صرف اتنا عرض کروں گا ------

جناب چیئرمین | اب مولانا بالکل اجازت نہیں ہے۔ تشریف رکھئے وقت ختم ہے۔

مولانا سمیع الحق | اگر اجازت نہیں ہے تو اسلام کے بارہ میں ہمارے اس گومگو رویہ کے سلسلہ میں ایک شعر ہی سنانے کی اجازت دے دیجئے جسے میں اختتام میں کہنا چاہتا ہوں ؎

سرمد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن برضائے یار می باید کرد
یا قطع نظر ز یار می باید کرد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
إنه لا يحب المسرفين

توانائی میں بچت کیجیے